TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222144
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—67—11-1-68—5,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۰۸ Accession No. U ۱۰۴۲
۳ ح

Author حسرت موہانی

Title کلیات حسرت

This book should be returned on or before the date last marked below.

مجموعہ

مثنوی

سراپا سوز

از

قاضی محمد صادق خاں اختر
ملک الشعرا

و

مثنوی

اسرار محبت

از

نواب محبت خاں محبت
شاگرد حسرت

و

مثنوی

طلعۃ الشمس

از سید آغا علی عیش لکھنوی

مع مختصر حالات اختر و محبت و شمس مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی ۔ بی اے اڈیٹر اردوئے معلی علی گڑھ

قیمت فی جلد ۸ر مع محصول ڈاک

اردو پریس علی گڑھ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قاضی محمد صادق خاں اختر

(از ۱۷۹۲ء تا ۱۸۵۸ء)

CHECKED 1964

"قاضی محمد صادق خاں خلف قاضی محمد لعل از قاضی[۱] زادگان بندر ہگلی.... آباکرامش صاحب امارت بودہ اند" اختر آغاز سن رشد سے سرکار انگریزی میں معظم و محترم رہے[۲] مدتے در سرکار غازی الدین حیدر شاہ زمن عز اختصاص داشت و محامد حیدریہ بنام نامیش تالیف نمودہ و در آخر عمر بملازمت خاتم سلاطین اودھ واجد علی شاہ سلطان عالم نصیبے وافر برداشت"۔ فارسی عربی میں کامل اور فنون کیمیا و سیمیا و ہیمیا سے بخوبی ماہر تھے۔ تمام ارباب تذکرہ انکے علم و فضل کے قائل ہیں۔ مثلاً صاحب خازن الشعرا لکھتے ہیں کہ "بندہ بابسیارے از بزرگان برخوردم لیکن مثل اختر صاحب علم بنظر نیامدہ۔ انکے تصانیف سے دیوان فارسی و اردو و مثنوی سراپا سوز کے علاوہ فارسی شعرا کا تذکرہ "آفتاب عالمتاب" سب سے زیادہ مشہور ہے جسمیں انہوں نے ۱۲۳۰ھ سے ۱۸۴۶ء تک ۳۰ برس کی کامل محنت کے بعد ۲۶۴۸ فارسی شاعروں کا حال درج کیا تھا۔ ملک الشعرا کا خطاب انہیں غازی الدین حیدر نے دیا تھا۔ اختر کے مفصل حالات اور انکے کلام پر ریویو تذکرۃ الشعرا کے ضمن میں درج رسالہ اردوے معلی ہوگا۔ اس موقع پر ہم بطور نمونہ انکے چند اردو اور فارسی شعر نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں

کل شیخ بن کے مجتہد عصر ساقیا — دکھلا کے سبز باغ عذاب و ثواب کا

کہنے لگا زراہ تجبّر مجھے بطنز — معلوم ہوگا حشر میں پینا شراب کا

میں نے کہا کہ میں بھی ہوں یہ خوب جانتا — پر کیا کروں کہ ہے ابھی عالم شباب کا

تقصیر ہو معاف تو ایک عرض میں کروں — کیجے نہ آپ مجھ کو جو مورد عتاب کا

تقوی ہمارے آگے ہو جب آپکا درست — اور ہو یقیں آپکے اس اجتناب کا

مے اور کنج باغ ہو ساقی ہو ماہوش — اور واں کوئی مخل نہو باعث حجاب کا

گردن میں ہاتھ ڈال کے اک شوخ بے حجاب — دے ذائقہ زباں کو دہن کے لعاب کا

کھینچے ہنسی سے اپنا وہ منہ سے ملا کے منہ — یہ ریش جس پہ جلوہ ہے رنگ خضاب کا

منت سے یوں کہے کہ ہمارا لہو پیئے — گر پی نہ جائے جلد یہ پیالہ شراب کا

اس وقت ہم سلام کریں قبلہ آپ کو — گر کچھ بھی خوف کیجئے روز حساب کا

علاوہ یہ نظم اردو زبان کے مشہور ترین قطعوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

---

[۱] تذکرہ خازن الشعرا مصنفہ میر نجات صاحب جلیلی الہ آبادی [۲] ۱۸۵۰ء میں ڈپٹی کلکٹر اٹاوہ تھے [۳] سراپائے سخن محسن۔ [۴] تذکرہ روز روشن

اور امتحاں بغیر تو یہ آپ کا غلام قائل نہیں ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا

ہو رونے سے اشک دیدۂ نمناک رنگیں ہے برنگ گل ہمارا دامن صد چاک رنگیں ہے
دیکھیے ہم نظر بازوں سے انکار قدح نوشی وہ آنکھیں بیچ ہیں وہ روئے آتشناک رنگیں ہے

خون سے آلودہ کہیں دامن جلا دنہ ہو مضطرب اسقدر رائے بسمل ناشا دنہ ہو

شب ہی اور یار شمع محفل ہے روز پروانہ سازئ دل ہے
نہ اسے رحم ہے نہ دل کو قرار آہ کیا کیجے سخت مشکل ہے
چلیے اس بزم میں جہاں اختر پر پروانہ شمع محفل ہے

ہے پسینے سے اے شوخ نگار شفقی رنگ رخ پر ہے ترے زور بہار شفقی رنگ

بن تیرے گلستاں میں مرا جی نہیں لگتا اور ساتھ مرے ہائے ترا جی نہیں لگتا
ابر و چمن و مطرب و مے سب ہے ولیکن تو پاس نہیں ہے تو ذرا جی نہیں لگتا

مرکر فراق یار میں دل نام کر گیا ناکام گو جہاں سے گیا کام کر گیا
نگاہے نظرے سوے من از ناز بکردی ممنونِ نگاہ غلط انداز نکردی:

دسلک کمال عز و جاہے داریم در بزم حسن بکم قدس راہے داریم
گر شاہ و وزیر را بہ جاہ است غرور ما نیز از ایں نمد کلاہے داریم

(۲) نواب محبت خاں محبت شاگرد حسرت (۱۱۶۵ھ تا ۱۲۲۳ھ)

نواب محبت خاں شہباز جنگ خلف حافظ الملک نواب رحمت خاں والی بریلی۔ ابتدا میں حافظ رحمت خاں نواب شجاع الدولہ کے مددگار رہے لیکن بعد میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے (ان واقعات کی تفصیل طویل اور اسکی بے موقع ہی) کہ نواب نے ۴۰ لاکھ روپیہ دیکر انگریزوں کی مدد سے جنگ روہیلہ میں حافظ رحمت خاں کو شہید کیا اور ان کا ملک اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اس لڑائی کے چند ہی روز بعد نواب شجاع الدولہ نے انتقال کیا اور نواب آصف الدولہ نے تخت نشین ہو کر نواب محبت خاں کو قید سے رہا کرادیا اور وہ لکھنؤ میں امیرانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ یہی زمانے میں وہ حسرت کے شاگرد ہوئے تھے اور جرأت کو بزمرۂ شعرا ملازم رکھا تھا۔ ڈی ٹاسی لکھتا ہے کہ "یہ شخص بہت عقلمند ذہین نیکبخت اور پارسا۔۔۔۔ دل کا فیاض اور دلیر آدمی تھا۔ اس کا ایک دیوان بھی ہے"۔ میر حسن نے بھی ان کی توصیف ان الفاظ

ؔ تذکرہ خازن الشعرا ؔ اس سے قبل میر درد کے شاگرد تھے

میں کی ہے گو با وجود اسباب امارت طبع موزوں بہ تواضع مقروں دارد" سید میر نجان نبیرہ حضرت شاہ اجمل الہ آبادی خازن الشعرا میں لکھتے ہیں کہ محبت خاں صاحب طبع بلند و ذہن ارجمند بود۔ در ہر دو زبان طبع آزمائی میکرد۔ در فارسی شاگرد مرزا فاخر لکھنوی بود۔ مثنوی ہیسی و نبوں کہ منظوم وے ہست بسیار نغز و شیریں واقع شدہ پسند طبع موزوں طبعاں روزگار ہست جدم جوم در تعریف او غزلے گفتہ" محبت کی چند اردو فارسی غزلیں مثنوی اسرار محبت کے آخر میں درج کر دی گئی ہیں۔ اسلیے یہاں انکے نقل کرنیکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

CHECKED 1966

(۳) آغا علی شمس لکھنوی (از ۱۲۳۳ھ تا ۱۲۱۳ھ)

سید آغا علی نام شمس تخلص اصل انکی خراساں سے ہے۔ ابھی کمسن ہی تھے کہ والدین نے انتقال کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں راجہ کندن لعل اشکی نے انکو اپنا پسر خواندہ قرار دیا۔ خوشنویسی کی مشق شمس نے انہیں سے کی تھی۔ انہیں کی وساطت سے محمد علی شاہ بادشاہ اودہ کی سرکار سے انکو زرّیں رقم مشکیں قلم سید آغا علی خاں بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ اور وقائع نگاری کی خدمت سپرد کی گئی۔ کچھ روز تک زمرہ مصاحبین شاہی میں بھی شامل رہے۔ نواب فخر الدولہ بہادر زخمی بھی ان کی امیرانہ پرورش کرتے تھے راجہ کندن لعل کے بعد عرصے تک نواب محمد تقی خاں شاگرد مرزا نسیم کی سرکار سے توسل رہا لیکن آخر حصہ عمر ان کا انقلاب روزگار کے ہاتھوں تنگدستی میں بسر ہوا۔ زہرہ و مشتری مشہور طوائفان لکھنو کو فارسی پڑھاتے اور انہیں کے مکان میں رہا کرتے تھے۔ بی مشتری کے نکاح کر لینے اور خانہ نشین ہونیکے بعد کانپور چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ میانہ قد دہرا بدن گورا رنگ ڈاڑھی کتری ہوئی رکھتے تھے شراب کا بہت شوق تھا۔ آخر عمر میں بہرے ہوگئے تھے۔ ان کے بیٹے میر حیدر صاحب حیدر مشہور مرثیہ گو تھے۔ حکیم سید مہدی حسن حسن کو بھی بیٹا بنایا تھا۔ ملک الشعرا اختر کے شاگرد تھے تحقیق الفاظ و صحت زبان میں کمال حاصل تھا۔ کتب درسیہ عربی و فارسی کی تکمیل مولوی فضل حق خیرآبادی۔ مولوی وحید الدین بلگرامی۔ مولوی سبحان علی لکھنوی مولوی سلامت اللہ کشفی۔ شاہ عبد العزیز دہلوی۔ مرزا قتیل و مفتی میر عباس سے کی تھی۔ دیوان اردو و فارسی کے علاوہ انکی ہندی چیزوں کا بھی ایک مجموعہ قابل دید ہے گلستان سعدی کے جواب میں ایک کتاب سنبلستان لکھی تھی۔ ہندی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

گھر آئے بدرا لٹک لٹک میں کا سے کہوں جیسا اکی للک

سکھی ری پر کن لاگے نین } کنور کنہائی جب سے گئے ہیں۔ پرت نہیں موہے چین۔ سکھی ری الخ
شمس پیا ہو ہے بھول کے بیٹھے۔ تلپت ہودن رین۔ " " "

انکی اردو فارسی شاعری پر مفصل ریویو تذکرۃ الشعرا میں کیا جائے گا۔ اس مختصر میں گنجایش نہیں ہے۔ حسرت جنسے انہیں ملاقات کا اتفاق ہوتا تھا

مثنوی سراپا سوز

از قاضی محمد صادق خان مرحوم متخلص بہ اختر

خلق عالم سی مدعا ہے عشق
مظہر ذات کبریا ہے عشق

عشق سے ہی بلندی و پستی
عشق ہی شاہ عالم ہستی

عشق سے سبکی جسم میں ہے جان
عشق سے ہی بہار کون و مکان

عشق ہی فیض فضل یزدانی
رونق کارگاہ امکانی

عشق ہے نور سے گرانمایہ
عشق ہی ذات شخص بے پایہ

عشق کا راز سب سے ہی نہاں
جسم کی روح روح کی ہی جان

باعث ہر وجود ہی یہ عشق
علت نیست و بود ہی عشق

عشق ہی رہبر سالکان طریق
عالم السر کاشف التحقیق

عشق ہی دولت سرفرازاں
عشق ہی تاج بخش محتاجاں

عشق ہی ایک امانت یزدان
اُس امانت کا ہی امین انسان

عشق وحدت طراز کثرت ہے
عشق کثرت نما ہی وحدت ہے

عشق شور سر عنادل ہی
عشق سے لالہ داغ بر دل ہی

عشق ہی برزخ وجود و عدم
عشق ہے محرم حریم حرم

عشق سے دلکو ارجمندی ہی
عشق معراج سربلندی ہی

عشق سے نہ سپہر برپا ہی
دیدۂ مہر و ماہ بینا ہی

عشق ہی آفتاب روح حرم
عشق ہی ابر فیض باغ کرم

عشق ہی واقف رموز کتاب
عشق سے ہی حساب روز حساب

عشق درمان دردمندان ہی
مونس جان مستمندان ہی

عشق کی فیض سے ہو ہمدم
دل بغم لب بنالہ چشم پر نم

در صفت نیرنگیہای عشق کہ نقشبند گلشن امکان و چہرہ پرداز روانسانے

عشق ہی گرچہ آب رنگ جہاں
اسکی نیرنگ ہیں پر آفت جاں

کہیں ہنگامۂ مصیبت ہے
کہیں محفل طراز عشرت ہے

ہی کہیں سوز اور کہیں ہے ساز
کہیں ہوتا ہی صرف ناز و نیاز

ہی کہیں آب رنگ عارض گل
ہی کہیں درد نالۂ بلبل

ہی کہیں شانۂ خم گیسو
دخل کرتا نہیں کہیں سر مو

کہیں شبنم نمط بہ گل ہمدوش
کہیں بلبل صفت ہے نالہ فروش

کہیں ہوتا ہی رنگ روے نگار
ہی کہیں یہ طمانچۂ رخسار

دل نشین ہی کہیں بطرز خدنگ
کہیں ناموس ہے کہیں بے ننگ

ہی کہیں سرو ناز برلب جو
کہیں قمری کا ہی یہ طوق گلو

ہی کہیں محو ناز مثل ایاز
کہیں محمود سان ہی بندہ نواز

کہیں مختار بن کی یار رہوا
کہیں مجبور ہو دوچار رہوا

کہیں بیم فرق شاہی ہی
کہیں خاک بسر تباہی ہی

کہیں یہ کوچۂ سلامت ہے　کہیں سنگِ سرِ ملامت ہے
کہیں عارض کا خط و خال ہوا　کہیں آئینہ جمال ہوا
کہیں یہ چاک ہی گریبان کا　کہیں بخیہ ہی جیبِ دامان کا
کہیں عاشق ہو شکلِ آہ ہوا　کہیں دل بن کی فرشِ راہ ہوا
کہیں گیسوئے یار بنتا ہی　کہیں دوستی کو مار بنتا ہی
کہیں مرہم کا یہ تلاشی ہی　کہیں زخمِ جگر خراشی ہی
کہیں گل بن کی یہ حمایل ہے　کہیں زخمِ حمایلِ دل ہی
کہیں یہ کفر ہی کہیں اسلام　کہیں دونوں سے کچھ نہیں ہے کام
کہیں مشعل فروز پرتو نور　ہی کہیں ظلمتِ شبِ دیجور
کہیں مجنوں ہو نالے کی لے کی　ہی کہیں گرد محملِ لیلی
کہیں گل ہو کے رنگ دکھلایا　ل ہو لطفِ ترنگ دکھلایا
گرچہ یہ دیر کا ہی ناقوسی　ہی حرم میں بہی اسکی جاسوسی
شوقِ اہلِ وفا اسی سے ہے　سعی اہلِ صفا اسی سے ہے
یہی داغوں کا دل کی مرہم ہے　یہی ناسورِ چشم پرنم ہے
کون اس سے ملا ہی فرزانہ　نہوا جو خرد سے بیگانہ
پھر یہ کہتا ہی اس سے کاے مسکین　جاننا اسکو نور روی یقین
ہی موافق جسے یہ آب و ہوا　عشقبازی ہی یاں اسیکو روا
سچ ہی اس عشق کا جنہیں ہے مرض　انکو جینے سے کچھ نہیں ہے غرض
دردِ دل کو دوا سمجھتے ہیں　مرگ کو وہ شفا سمجھتے ہیں
چشم پر خون ہی جام ہے انکا　مرنے مٹنے سے کام ہی انکو
تشنگی میں انہیں ہے بی آبی　دمِ شمشیر سے ہی سیرابی
نہ فریب اسکے ہو جیو زنہار　ہی یہ مجنون بکار خود ہشیار
ہیں جگر اسکی نفیض بخشی ہی　قتل پہلے شگون بخشی ہی

کہیں مستسقی اور آب ہی یہ　کہیں لب تشنہ و سراب ہے یہ
کہیں عاشق کی چشم پرخون ہے　کہیں جامِ شرابِ گلگون ہے
کہیں یہ مستیِ دل خم ہے　کہیں شورِ لبِ تبسم ہے
کہیں سرسبزیِ نہالِ چمن　کہیں بلبل صفت ہے دستان زن
کہیں یہ پھول ہو کی ہار ہوا　کہیں پہل ہو جگر کے پار ہوا
کہیں دلدادۂ خود آرائی　کہیں شہرت کشیدہ رسوائی
کہیں سامان برگ عیش ہوا　کہیں دل کا کسی کی طیش ہوا
کہیں یہ آبیار گلشن ہی　کہیں تاب شرار گلخن ہے
کہیں یہ لطف نشۂ مے ہے　کہیں ایسا بہی ہی کہ لاشی ہی
کہیں خسرو ہو عشق پیشہ ہوا　کہیں جا بیستون میں تیشہ ہوا
دردِ دل خون کن جگر ہی کہیں　جوشِ سودای مغز سر ہے کہیں
دیدہ پرنم ہیں زایران حرم　کعبہ در بر ہی کسوت ماتم
اس سے ہے شمع بزم جان روشن　دل پروانہ سوز کا مسکن
غرض ایسا ہی یہ ستم ایجاد　جس نے گھر سیکڑوں کئے برباد
دادی اپنا جسے دکھاتا ہی　پہلی لاکھوں کنویں جھنکاتا ہی
چشمۂ آب یاں ہی دیدۂ تر　اور دمِ سرد ہی نسیم سحر
اور اگر دل ہوا اسکا عیش طلب　نہ رکھے یہاں کسی سے مطلب
شوق سے اپنے دردمندوں میں　آتشِ عشق کی سپند ہیں وہ
انکے نزدیک ہی جفا ہی وفا　یار کی گالیاں ہیں انکو دعا
انہیں داغ جگر ہی غیرتِ گل　نوحہ خوانی ہی نغمۂ بلبل
الغرض عشق موجدِ بیداد　ایک ہی اپنی کام میں استاد
بسکہ ہی طبع اسکی عربدہ جو　آشتی میں ہی اسکی جنگ کی خو
پھر یہ عادت ہے اس ستمگر کی　فکر کرتا ہی دونوں ہمسری

شمع سان گر کٹا ہی عاشق سر   جلے پروانہ سان تن دلبر
لب پر اس دم جو ہی ترانۂ عشق   عرض کرتا ہوں یک فسانۂ عشق

آغاز داستان سراپا سوز کہ ماجرے سراست عجیب و واقعہ الیست غریب

تہا بنارس میں ایک جوان حسین   سرو قد گلعذار ماہ جبین
لمعۂ طور تہی جبین اوسکی   موج دریا ہی نور چلبن اوسکی
مردمک سے یہی ہویدا تہا   دل عشاق کا سویدا تہا
عشوۂ و غمزہ پیش اہل نظر   بالیقین کا نور کا جادوگر
یا سمن زار گوش کی صدقی   خرمن دوشس کی صدقی
قد و قامت بلائے قہر انگیز   فتنۂ دہر و شور رستاخیز
بسکہ ہر ایک سے باوفا تہا وہ   دیدہ سان مردم آشنا تہا وہ
با ہمہ ناز و نعمت و خوبی   عشق سے یک محبت اسکو تہی
تہا وہ نزدیک ماہر فن عشق   بلبل پاکباز گلشن عشق
دیکھتا گر کوئی پری تمثال   سایہ سان پھر نچھوڑتا دنبال
نالہ کش ہوتا گر کوئی نا شاد   یہ بھی کرتا برنگ نے فریاد
گل سے کہتا بدیدۂ نمناک   کس لیے تراکیا ہی چاک
کبھی نرگس سے کہتا میری جان   غم میں کسکی ہوا ہے تجھے یرقان
کبھی لالہ کا دیکھ داغ جگر   خون سے بھر آیا غ دیدۂ تر
کبھی کہتا تہا سبزہ سے کہ یار   سبز تجھسے رہے سدا گلزار
الغرض وہ جوان نیک صفات   صرف کرتا تہا اسطرح اوقات
کبھی گلگشت باغ کا مایل   کبھی خود رفتگی سے پادر گل
ایک دن اتفاق سے وہ جوان   سیر بازار کو ہوا تہا روان
ناگہاں ایک خانۂ زرگر   ہوا اوسکی نمود پیش نظر
روکش آفتاب غیرت حور   نور عارض شرار شعلۂ طور

آفتاب سپہر حسن و جمال   بدر تابان اوج فضل و کمال
چشم میگوں و ابروی خمدار   مست کے پاس تھی دو ہی تلوار
مژہ چشم فتنہ گر ستر تیز   ذبح کرنیکو خنجر خونریز
خط نو گرد عارض تابان   شکل آیات مصحف ایمان
لب پر اسکی تبسم نمکین   نمک زخم سینۂ غمگین
اپنے گھر کا امیرزادہ تھا   اور بزرگ اسکا خانوادہ تہا
گاہ سیر و شکار گہ می جام   تہا اسے شغل عشق و جشن مدام
دل مشتاق تہا حسینوں کا   داغ رکھتا تہا مہ جبینوں کا
دل میں تہا خار رخار گلبدنان   جان تہی وقف گداز سیمتنان
نظر آتا کوئی جو ہمدم درد   غم سے ہوجاتا اسکا چہرہ زرد
گھر کبھی سیر باغ کو جاتا   وان نئے رنگ اپنے دکھلاتا
پوچھتا گاہ عندلیبوں سے   زار نالی ہی اتنی کسکے لیے
گاہ سیر چمن سے بر لب جو   پوچھتا شکل آہ کیوں ہے تو
سوسن صد زبان کی آگے کبھی   بحث کرتا تہا درس الفت کی
ہو بیگانہ کہنے سے غمگین   تو تو ہی اس چمن کا خاک نشین
کبھی عیش و نشاط سے سروکار   کبھی جوش جنون سے نالہ و زار
کبھی رخ کا لکسیکے آئینہ دار   کبھی حیرت سے پشت بر دیوار
ہر طرف پھینکتا تہا تیر نگاہ   تاکہ ہو صید کوئی غیرت ماہ
در کے جانب جو غور سے دیکھا   نظر ایک آئی دختر زیبا
بال گیسو کہ موج بال پری   چال رشک خرام کبک دری

زہرہ اوج دلبری تھی وہ — دل عاشق کی مشتری تھی وہ
چشم وہ نیم ناز عشوہ طراز — ایک چشمک میں جسکی سو سو ناز
غیرت آکر نگہ سے یار ہوئی — جان بلا خیز اضطرار ہوئی
دل میں سخت اُسکے اضطراب ہوا — جگر آشفتگی کا باب ہوا
بیخودی ہوگئی جو دلکو قرین — گر پڑا کھا کے غش بروئے زمین
کوئی کہتا تھا سکتہ ہی اسکو — جلد فصد اس برشتہ جانکی لو
ایک تھا انمیں صاحب عرفان — کہا اُسنے کہ ہی غلط یہ گمان
تھا جو حسن و جمال میں بہتر — لگ گئی ہی کسی کی اسکو نظر
غرض اسطرح ہر صغیر و کبیر — دیکھکر اُسکا حال تھا دلگیر
وہ بھی سمجھی کہ ہی یہ عاشق زار — میری ہی چشم کا یہ ہی بیمار
پرنہ دی اُسکو ناز نے رخصت — بلکہ مانع ہوئی اُسے غیرت
ننگ قوم اپنا مجھکو بنائینگے — اور برا دل میں سخت پائینگے
سُنی غیرت کی اُسنے جب یہ بات — گھر میں جا بیٹھی وہ ستودہ صفات
دل شوریدہ غم سے مضطر تھا — سر بزانو بپاش سر تھا
پر خموشی سے اُسنے ضبط کیا

ابروان خمیدہ ہوش ربا — ناوک انداز مثل شست قضا
یک بیک اُس سے جو دو چار ہوا — تیر غمزہ جگر کے پار ہوا
لشکر غم ہوا علم آرا — خانہ عیش لٹ گیا سارا
طاقت دست و پا جو سلب ہوئی — ناتوانی انیس قلب ہوئی
تھا گذرگاہ خلق جو وہ مقام — جمع واں ہوگئے خواص و عوام
کوئی کہتا تھا ہی جو یہ مے نوش — نشہ مے سے ہوگیا بیہوش
فکر دوا اسکا اور کچھ چارا — یہ کسی کی نگہ کا ہے مارا
مجھسے گر پوچھتے ہو چارہ کار — ہی دوا اسکی شربت دیدار
دخت زرگر جو سامنے تھی کھڑی — جب نظر اُسکی اُس جواں پہ پڑی
دل میں آیا کہ اسپہ رحم کرے — دل مشتاق کو تسلی دے
کہ ابھی گر کرے گی اسکا علاج — اسمیں ماں باپ کی رہیگی لاج
گر تجھے عشق میں ہے کچھ بھی وقوف — اسکو رکھ اور وقت پر موقوف
پڑ گئی تھی جو دلمیں عشق کی چوٹ — رہی گھر میں اگرچہ پردے کی اوٹ
تھی عیاں رخ سے بیحواسی سی — چھا گئی دلپر ایک اداسی سی
عشق کو خوب اپنے ضبط کیا

بہوش آمدن آن جوان از بیخودی بہ بشارت الہام غیبی و روانہ شدنش بسوئے خانہ بدیدہ خونبار و گفتن راز دل با یاران خود بحال اضطرار

اب ادھر سنئے اس جواں کا حال — دیر تک چپ پڑا رہا وہ نڈھال
کیسی یہ نیند کیسا سونا ہی — ابھی برسوں تجھے تو رونا ہی
عشق میں ہی پسند بیداری — اشک آنکھوں سے دمبدم جاری
وہ دھواں دھار آہ ہو لب پر — جسکی گرمی اثر کرے سب پر

غیب سے یہ ہوا اُسے الہام — کاے گرفتار بخت خون آشام
چونک اب خواب سے نہ سو اتنا — والہ بیخودی نہ ہو اتنا
دست مشتاق ہو گریبان کا — تر کہے تار جیب و داماں کا
یوں رہی نالہ کش دل بیتاب — شیر کا زہرہ جسکو سنکے ہو آب

دل ہوا اتنا عدو کے صبر و قرار
کرے سیماب جس بات کو سو فرار
سنکے حرف تسلی دل زار
بخت خوابیدہ ہو گیا بیدار
شدت ضعف سے اگرچہ نہ تھی
دو قدم تاب راہ چلنے کی
نہ خبر پاؤں کی نہ کچھ سر کی
خضر رہ اسکا یاد دلبر کی
وارد خانہ جب ہوا ناشاد
گرچہ ظاہر میں ضبط کی فریاد
دلمیں اسکے بہری جو تہی آتش
شعلہ اسکا لبونسے تہا سرکش
اسکے صحبت کے تھے جو یار کئی
محرم راز و غمگسار کئی
پوچھا ناکہ اسکو کیا غم ہے
کس سبب سے یہ دیدہ پرنم ہے
نہ ہوائے چمن نہ سیر و شکار
مثل بلبل بس ایک نالۂ زار
آہ کی لب سے ہمدمی شب و روز
آتش ہجر مونس جانسوز
دل نے شدت سے بیقراری کی
نہ رہی طاقت آہ و زاری کی
غم کے ہاتھونسے ہو ز بس لاچار
کیا یارونسے درد دل اظہار
پھر کہا ای انیس جان حزیں
کچھ تو ایسا کرو کہ ہو تسکیں
تابکے بار غم اٹھاؤں میں

ہجر سے صلح ہوے وصل سے جنگ
بیقراری سے عرصہ دل پر تنگ
یا تو وہ غش میں تہا پڑا ایسا
یا یکایک خوشی سے اٹھ بیٹھا
رکھ کے پھر ہاتھ بر دل بیتاب
گھر کی جانب چلا وہ خانہ خراب
جذب دل سے وہ مبتلا جفا
تھا رواں ہر قدم پہ ولقفا
پر جو زردی تھی چہرے سے عیاں
قلق دل کی وہ ہوئے غماز
چشم تھی سرخ اور لب تھے خشک
سچ ہی چھپتا نہیں ہے عشق اور مشک
دیکھکر اسکو یوں بحال تباہ
ہوئے اسکے شریک نالۂ آہ
نہ وہ شادی رہی نہ وہ عشرت
نہ وہ خوش اختلاطی صحبت
سینہ اندوہ و غم سے چشم خون
جوش سودا سے سر بسر غم جنون
گریہ شام و سحر قلق دن رات
لگ گئے یکچند یوں ہیں جب اوقات
جوش وحشت نے دلکو گھیر لیا
استقامت نے مونھ کو پھیر لیا
ماجرا سارا کہ سنا یا انہیں
آپ بھی رویا اور رولایا انہیں
یاربن اب رہا نہیں جاتا
ہجر کا دکھ سہا نہیں جاتا
حال کچھ تو اسے سناؤں میں

فرستادن عاشق یکی از رفیقان خود را پیش معشوق دل افروز با پیغام خاطر اندوز

تھا رفیقوں میں ایک خوش تقریر
کیا اسنے مقرر اسکو سفیر
کہیو اس سے کہ ای سراپا ناز
ہے کوئی دلسے تیرا اہل نیاز
سر بازار تہا جو اسپہ ہجوم
حال اسکا تجھے بھی ہے معلوم
نہ تو ان ہے نہ تاب نے طاقت
نہ سکون ہے نہ خواب نے راحت
تیری دوری میں وہ فراق نصیب
آن پہنچا ہے اب اجل کے قریب

اس سے پھر یوں کہا کہ بیہوش ہوا
جس طرح جیسے ہو جاتا ہو کوئی بیحواس
ایکدن دیکھکر تجھے سر راہ
ہو گیا زخمی خدنگ نگاہ
اب وہ جینے سے ہے بہت عاری
غش کی حالت ہے روز و شب طاری
دلسے تیرا وصال چاہے وہ
غم ہجراں سے رو برو ہے وہ
غم تیرا ہی جو اسکا مونس جان
ہیں یہ اشعار اسکے ورد زبان

کا ہے گل بوستان رعنائی
مہ پر نور اوج زیبائی

مایۂ درد زخم سینہ مقام
محشر دلبری و فتنہ خرام

میں گرفتار رنج خونخوارہ
کوچۂ عاشقی کا آوارہ

عشق نے دل میں آ مقام کیا
کار صبر و خرد تمام کیا

تیرے کوچہ میں طرفہ ای دلبر
راہ چلتے مجھے لگی ٹھوکر

سنتو ای آہوی شکار افگن
وحشت آموز دیدۂ پرفن

غرض اس جا جب میں گھر کو چلا
دلکو اپنے اسی جگہہ چھوڑا

غم کی ہمت سے صرف بیخبری
جاں ہی ملک عدم کی اب سفری

اپنے جینے سے یاس ہے مجھکو
آرزو ہی کہ دیکھہ لوں تجھکو

بیکسی میں جو حال بیدم ہے

کارفرمائے ملک عیش و سرور
ست آرائے قصر نازۂ خود ور

تک خواب دیدۂ عاشق
جان برلب رسیدۂ عاشق

سر رہ دیکھہ کر تیرا دیدار
ہوا سو جان و دل سے عاشق زار

ہوش کا جب رہا نہ کچھہ اسلوب
غش کی افراط سے گیا جی ڈوب

دیکھکر تو تو گھر میں جا بیٹھی
حال پر میرے اعتنا ہی نکی

صد سبب سے مونہہ بھی موڑنا ہی تھا
نیم بسمل بھی چھوڑتا ہی کوئی

اب فقط جان زار ہے دل میں
یک جہاں اضطرار ہے دل میں

باقی اس نیم جان میں کچھ ہے
آن میں کچھ اور آئین کچھ ہے

اب بھی گر تو نہ آئے میرے پاس
وائے بخت اپنے اور وائے نصیب

یہ غزل اب ترانۂ لب ہے

غزل

نہیں تو مجھسے ہمکنار افسوس
ہے یہی دلکو بار بار افسوس

آن پہنچا ہوں میں اجل کے قریب
دور اب تک ہے مجھسے یار افسوس

عشق نے تیری کردیا مجبور
اب نہیں دل پہ اختیار افسوس

روز و شب چھڑ ہا اپنے بیخودی

مرتے دم تک نہ دیکھا تمنے تجھے
ہائے صد حیف اور ہزار افسوس

نقش پا بن گیا تری رہ میں
تو نے پوچھا نہ اے نگار افسوس

زخم پیہم سے تیری مژگاں کی
چھن گیا سینۂ فگار افسوس

کس سے اختر ہوا دوچار افسوس

رفتن قاصد تا مقام دلبر با پیغام عاشق

العرض اس سفیر نے جاکر
وقت فرصت کسیطرح پاکر

سنکے اسکو ہوا اگرچہ ملال
پر نہ ظاہر کیا کچھہ اسکا حال

اور منظور امتحان بھی تھا
دیکھیے عشق میں ہے یہ کیا

کہہ سنایا یہ دلبر عیار
حال پر اختلال عاشق زار

کیونکہ تھی ننگ قوم کی پابند
اسکے اظہار میں تھی فتنہ پسند

سوچکر دلمیں تب بہ راہ صواب
دیا پیغام کا یہ اسکے جواب

فرستادن جواب معشوق طناز بعاشق جانباز

اے مقیم مقام رسوائی ‏— آرزومند ناشکیبائی
بلبل گلستان حسن و جمال ‏— خار بے برگ بوستان وصال
حسرت خاطر ستم دیدہ ‏— چشم بیدار بخت خوابیدہ
وہ تیری فرط غم سے بیہوشی ‏— حسرت وصل سے ہم آغوشی
دھیان میں لا کے کوئی مہ پارہ ‏— ہونا حیرت سے محو نظارہ
بیکسانہ اِدھر اُدھر تکنا ‏— آپ ہی آپ کچھ کبھی بکنا
دن کو رونا رولانا یاروں کو ‏— شب کو گننا فلک کے تاروں کو
جو سنا تجھسے تھا سنا ناگہ ‏— تیرے سب حال سے کیا آگہ
بیخودی میں تو آگیا فی الفور ‏— حال کو تیری لوگ کرتے تھے غور
کون تھی ایسی شوخ گل رخسار ‏— جسکی نرگس کا تو ہوا بیمار
تو تو ہی خود حسین نام خدا ‏— کتنی سو جان سے ہونگی تجھ پہ فدا
کتنے مفتون عارض تابان ‏— کتنے جان دادۂ غم پنہان
جب خدا داد حسن ہو ایسا ‏— پھر سروکار اُسکو اوس سے کیا
عشقبازی کر اپنی ذات سے تو ‏— رکھ نہ کام اور کی صفات سے تو
دل نہ دینا کسی کو اے نادان

زخمی ناوک خدنگ نگاہ ‏— کشتۂ خنجر غم جانکاہ
پنجہ بر تاب ہوش و صبر و خرد ‏— رستم رزم آفت بیحد
آیا قاصد تیرا مبارک دم ‏— سرِ راہ نیاز کرکے قدم
سر بازار نقد دل کھونا ‏— گھر میں جا منہ کو ڈھانپ کر رونا
کبھی ہنسنا بصورت گلزار ‏— کبھی رونا برنگ ابر بہار
ناامیدی پہ اپنے کرکے نظر ‏— مستعد ہونا جان دینے پر
سانحہ دلکی بیقراری کا ‏— ماجرا سارا اشکباری کا
اِسقدر تو خبر ہی مجھکو بھی ‏— کہ لڑی جب کسی سے آنکھ تیری
پر نہ جانا یہ ہمنے ای غمگین ‏— کس نے دلکو تیرے لیا واں چھین
کیا کس ماہ وش نے تیر بجان ‏— دل تیرا چاک چاک مثل کتان
کتنے قربان کمان ابرو کی ‏— کتنے قیدی کمند گیسو کے
کتنے مجرم ہیں جرم ناکردہ ‏— کتنے ہیں لوٹ پوٹ در پردہ
دیکھ تو آئینہ میں اپنا جمال ‏— اور کا کیوں عبث ہے تجھکو خیال
چاہیے تجھکو آپ سے الفت ‏— غیر سے ہوگی مایۂ کلفت
اسمیں بیشک ہے تیری جی کا زیان

بازرفتن قاصد مع جواب معشوق پیش عاشق جان نثار

سنکے قاصد جواب ناز و ادا ‏— اُس برشتہ جگر کے پاس آیا
سُنی قاصد کی اُسنے جب تقریر ‏— کچھ ہوا شاد اور کچھ دلگیر
پھر کیا اُسنے جب جواب کو غور ‏— آیا در پردہ آشتی کا طور
جسطرح سے ہو تو برائے خدا ‏— جلد اپنے کو یار تک پہنچا
مجھسے تو کچھ کہا نہیں جاتا

اُس سے جو کچھ سنا تھا راست ‏— کہا ایک ایک حرف بکم و کاست
شاد با حرفہای مہر آمیز ‏— دل گرفتہ بہ گفتگوے گریز
شوق بیحد ہوا جو دلکا رفیق ‏— کہا قاصد سے ای رفیق دقیق
کیو میری مصیبتیں ساری ‏— جیسے دیوی زبان تری یاری
بیجو اسی سے دم ہے گھبراتا

شنیدن حال تشفی افزا از جانب معشوق زبانی قاصد و باز روانہ ساختن

قاصد نیک ذات فرخ پے — آیا جب راہ شوق کو کر طے
کا ہی بت نازنین گل رخسار — فتنۂ دہر و دلبر عیار
سوز عالم بخندۂ شیریں — پردہ در پردہ دار پردہ نشین
لطف بیحد کئے جو اسنے بیان — ہوا ممنوں میں بصد دل و جان
پر جو تونے یہ بات فرمائی — از رہِ دلبری و رعنائی
اسکو سنکر ہوا بہت میں اداس — بنگئی شکل میری صورت یاس
سوچ تو میں شکار کسکا ہوں — کشتۂ انتظار کسکا ہوں
نہیں شرط مروت اے دلدار — اپنے بسمل سے ذبح کا انکار
جو کہ اپنا ہو چاہنے والا — کیا بنانا پھر اسکو یوں بالا
جسکی کچھ سے نہ مر ہی جانیکی — پوچھنا رسم ہی زمانے کی
مجھکو جب یار تونے سمجھا غیر — مر ہی جاؤنگا اب فراق میں خیر
عشق کا تب مزا ہی میری جان — رہے عاشق کا اپنے یار کو دھیان
یاں گر کون ہی اپنے دلکا حال — تجھکو ابتک نہیں کچھ اسکا خیال
بکھرے وہاں ہونگے تیرے ماتھے پہ بال — یاں ہے بخت سیاہ جیکا وبال
چشم واں مست بادۂ گلگوں — اپنے آنکھوں میں یاں بھرا خوں
واں تو گنج نشاط سینہ ہی — حسرتو نکا یہاں دفینہ ہی
محو سیر چمن ہی واں تو قدم — پانو رکھتے ہی یاں فنا ہی دم
ہو چکا ابتو یہ پیام تمام

جاکے پیش نگار نادرہ فن — یون ہوا شانہ کش زلف سخن
زر کامل عیار کیسۂ ناز — محک قلب اہل سوز و گداز
قاصد جان نثار راہ وفا — تجھسے رخصت ہو جبکہ یاں آیا
شکر اسکا ادا کریں کیا ہم — بے نہایت ہیں تیرے لطف و کرم
کہ خبر اسکی کچھ نہیں مجھکو — کسنے گھایل کیا ہی یوں تجھکو
غور کر تو ہی اپنے دلمیں بھلا — آئی کسکے سبب یہ مجھ پہ بلا
تجھ سوا اور کون ہی قاتل — کہ کرے اسطرح مجھے گھایل
جسکو گیسو میں لیجے لٹکا — اسکو پھر یوں نہ دیجے جھٹکا
جو کوئی اپنا ہو گیا ہو اسیر — ظلم ہی وہ رہے اگر دلگیر
مبتلا اپنا جو ہوا ہو غریب — چاہیئے وہ رہے وصال نصیب
حیف ہے ایسی زندگانی پر — جو گراں گذرے یار جانی پر
ایک طرف عاشقی میں کب ہے لطف - دو نو جانب سے عشق تب ہے لطف
تو ادھر مایل خود آرائی — یہاں تو بس اپنی جانپر آئی
واں جبین پر تیری زرافشانی — خاک یاں بنی زیب پیشانی
واں دہن معدن تبسم ہی — گفتگو کی بھی راہ یاں گم ہی
پنجہ واں رشک پنجۂ مرجان — یاں خراش جگر سے خون افشان
تجھکو اسپر بھی ہے غفلت ہے — کیا قیامت مقام حسرت ہے
اسکے آگے ہی اپنا کام تمام

شنیدن حال عاشق جانباز زبانی قاصد معشوق طناز

رہا جب تک سفیر گرم سخن
چپکی سنتی رہی بت پرفن

تہی زبس اُسکی خون فشاں تقریر
کر گئی دلکو اور ہی تاثیر

عشق پردہ سے آگیا باہر
راز در پردہ ہوگیا ظاہر

خانہ بردار غم ہوا دل کا
دل ہی دشمن ہوا تقابل کا

چہپ گئے دلمیں اضطراب غبار
یاسمن زار بن گیا رخسار

دمبدم آہ آہ کرنے لگی
حالت اپنی تباہ کرنے لگی

درد نے دسیے آشنائی کی
آہ نے تا فلک رسائی کی

دلکی کلفت سے دم جو گہبرایا
جی میں اُس ماہوش کے آیا

آہیں گر قوم کی ہوئی ذلت
عاشق تو نہیں تو ہوئیگی عزت

ابہی لازم ہی اضطراب میں صبر
اختیار اپنے پر ہی کرنا جبر

ابہی کیا کیا نہ تجہہ ہونا ہی
نقد جاں تک تو تجہکو کہونا ہی

عشق سی ہے تجہے اگر لینا
غم جو کچہہ پیش آئے سب سہنا

ضبط ظاہر کر اسطرح سب پہ
آہ کا ذکر ہی نہو لب پر

نہیں معلوم وہ اُدہر کا ہے
یا محبت میں تیری یکتا ہے

گفتگو سے وہ جب جدا ہوش
غش سے پہر جب اُسے افاقہ ہوا

محشر آرزو ہوا دل زار
آہ لب پر ہوئی شرر افشان

صبر کا قافلہ بہا جادور
غم سے آنکہیں بسکہ تہیں خونبار

اُٹہ گیا جی سے ننگ رسوائی
ترک کر ہر ننگ اور کہا نکا نام

سنی تا گرصدائے المہم غیب
ابہی تو اسقدر نہو بیتاب

وقت آتا ہی سرفرازی کا
صبر سے دلکو اپنے رکہہ آباد

بلکہ عاشق کا امتحان لیجی
یہ صدا جبکہ گوش میں آئی

فرط غم سے وہ ہوگئی بیہوش
چاہ کا ضبط اُس سے ہو نہ سکا

محو حیرت دو دیدۂ خونبار
ہوا تنور سینۂ سوزان

ہوا بیتاب ہو لسے دل معمور
رگ گل جیب کا ہوا ہر تار

نہ رہی طاقت شکیبائی
چلئے عاشق کے اپنے تا بمقام

کہ نہو اسطرح سے مضطر غیب
دیر ہے کام میں نکیجو شتاب

پہر تماشا ہی عشقبازی کا
ننگ و ناموس کو ندی برباد

ناز سے جنگ زرگری کیجے
بیخودی سی وہ ہوش میں آئی

بازروانہ ساختن قاصد را پیش عاشق و پیام گذاشتن طریقۂ اسلام

کہا قاصد سے کہ ای خجستہ نشان
خضر راہ طریق گم شدگان

خلق میں کیوں ذلیل ہوتا ہے
کیوں عبث اپنی جان کہوتا ہی

مجہکو کیوں مفت میں کیا بدنام
میں کہاں اور عشق نا فرجام

ہووے بلبل و نہار کب ایک جا
ساتہہ گنگا مدار کا کیسا

جہاں ظاہر ہوا سطرحکا فصل
وہاں مناسب نہیں ہے خواہش وصل

تو یہ سنُ لے تو جہیلے ای ناکام
چہوڑ پہلے طریقہ اسلام

کہیو اُس سے کہ ای جگر افگار
یوں اگر تجہکو عشق کرنا تہا

تو مسلمان اور میں ہندو
مجہہ میں تجہہ میں ہے فرق دو مشرقین

گر تو اسپر بہی گذار نہیں
پہر گلے اپنے ڈالکر زنار

عشقبازی ہی سخت مشکل کار
ابہی ہم قوم ہی پہ مرنا تہا

ہیں یہ آپس میں دونوں عدو جو
مجتمع ہوویں کسطرح ضدیں

اور تجہے بن مرے قرار نہیں
بت پرستی ہی کر لے اپنا شعار

بعد ازاں میرے آستانے پر آ	بیٹھ جا زندگی سے ہاتھ اٹھا	نہیں اُس دم وصال میں تاخیر	ہجر کی تیری ہی یہی تدبیر
اور اگر یہ نہیں ہو منظور	وصل معشوق دلسے رکھیو دور	عاشقی میں نہیں ہی جو بیرنگ	عشق کو اُسکے نام سی ہی ننگ

پیام معشوق رسانیدن بعاشق

دخت زرگر نے جب دیا یہ جواب	ہو کے رخصت سفیر دیدہ پُر آب	عاشق نیم جان کے پاس آیا	پر نہایت ہی بیحواس آیا
اُسنے پوچھا کہ یار خیر تو ہی	اسقدر بیقرار خیر تو ہے	کہا ہی خیر سب طرح جان کی	فکر ہے تیرے ایک ایمان کی
یار کو ہی قبول حرف وصال	پر عوض اُسکے دین کا ہی سوال	اور جو کچھ سنا تھا یا دیکھا	ایک ایک اُس جوان سے اُسنے کہا
تھا جو وہ اُسکے عشق میں کامل	دل ہی اُسکا گیا تھا اُس سے مل	جی سے وہ خوش ہوا یہ سنکے خبر	کہا قاصد سے کہ ای ستودہ سیر
ہو ابھا ناصر و مہر تیرا	لیکے پیغام آخری میرا	تحفۂ بخش دماغ ہشیاران	کہنہ صیاد نو گرفتاران
دشمن جان عاشق دلریش	نا مسلمان نگار کافر کیش	شور شہر و دیار و خانہ نشین	خانمان سوز دین اہل یقین
جور مجھپر ہے اور جفا بھی ہی	آخر اسکی کچھ انتہا بھی ہی	چھوڑ ظلم ای ستم نشان اب تو	ہو چکی حد امتحان اب تو
دل تو آگے ہی کر چکے ہیں نیاز	دین بھی حاضر ہے لیے سراپا ناز	صدقے تجھپر سے دین اور ایمان	جان و دل تیری بات پر قربان
دل ہی میرا مرید عشق ہی پیر	عشق ہی میرا آب و گل میں خمیر	میں ازل سے بنا ہوں حسن پرست	دوش جان بار عشق سے ہی پست
جس جگہ عشق کی ہی جلوہ گری	ہی وہ منزل دوئی سے پاک بری	عشق کو یکدلی سے ہی سروکار	ہی دوئی اسمیں نخوت و پندار
اُسکے آگے جنہیں ہے عشق سے کام	دین کیا چیز کفر کسکا ہی نام	اُنہیں اسلام ہی رخ جاناں	کفر ہی اُسپہ خال مشک فشاں
غور کیجئے تو ہیں یہ دونوں ایک	اسمیں کب ہے تفاوت بد و نیک	ہی حرم کی اگر اذاں ناموس	دیر کا پردہ دار ہی ناقوس
ہیں ترانے یہ دونوں واقع راز	ایک گنبد کی ہیں یہ دونوں صدا	خانۂ کعبہ ہو کہ خانۂ دیر	یاں سوا ایک کے نہیں ہے غیر
کفر و اسلام در رہش پویاں	وحدہ لا شریک گویاں	نہیں طالب میں کفر و ایمان کا	میں تو بندہ ہوں تیری فرمان کا
ہی اسی میں اگر رضا تیری	نام اسلام کا نہ لوں میں کبھی	دی دکھلا مجھے دلسے آگی چاہ	ہی بس اب تیری ہاتھ اسکا نباہ

معاودت نمودن قاصد باز بکوچہ یار طناز

سنکے قاصد سے حرف درد آمیز	مرکب عزم کو کیا مہمیز	یاد دل درد مند و دیدۂ زار	ہوا راہی بسمت کوچۂ یار
اُسکے گھر کے قریب جب پہنچا	دخت زرگر کو سامنے دیکھا	مثل تصویر تھی کھڑی بر در	منتظر تھی اسیکی اوسکی نظر
شکل مطلوب دی جو دکھلائی	جسم بیجان میں اُسکے جان آئی	شوق بیحد کو ضبط کر نہ سکی	مرحبا مرحبا پکار اوٹھی
قاصد آیا تو نیچی کر کے نظر	سر کو اپنے جھکا یا قدموں پر	دست شفقت سی اُسنے سر کو اٹھا	لیا چھاتی سے اپنے جلد لگا

پوچھا پھر اے سفیر نیک قدم | کہو کیسا ہے وہ میرا ہمدم
کہا اسنے کہ ای بت خودکام | وہ تو ہی جان و دل سے تیرا غلام
وہ جو مرتا تو دل ہی پر مرتا | دین میں کیا تجھسے گفتگو کرتا
جبکہ دیسے ہوا ہو وہ ناکام | دین و ایمان سے پھر اسے کیا کام
کچھ مخاطب ہوا بسوی سوال | یار کہا دست زد بروی سوال
جسنے راہ وفا میں لے دلبر | قتل کر ڈالا دل سا لخت جگر
کیونکہ جب تک ہے اختیار میں دل | ہاتھ اٹھانا ہی دین سے مشکل
جی سے ہی جسکو یار سے سروکار | مذہب اسکا ہی عین مذہب یار

گفتگو نمودن قاصد از دلبر طناز و ماجرا دیگر بنظر آمدن

اس سے یہ گفتگو وہ کرتا تھا | ناگہاں شہر میں یہ شور ہوا
کسی مہرو کی غم میں ہو کر اداس | آج اسنے کیا ہے ترک لباس
طور سے ایسا پایا جاتا ہے | کہ اسی سمت کو وہ آتا ہے
گرد و پیش اسکے ایک جم غفیر | ہمدم گریہ سب صغیر و کبیر
خاک اڑاتا تھا اپنے سر پہ کوئی | ہاتھ رکھے ہوئے جگر پہ کوئی
کوئی کرتا تھا اسطرح نالے | جس سے سینے کے پڑ گئے لالے
تنکی اسکی بہبوت سے یہ نمود | جیسے در سینم گرد آلود
کنڈل ان کانو میں آفت ہوش | مہر و مہ جسکی جیب کے حلقہ بگوش
غرض اس شکل سے جو آتا تھا | خلق کا جی ہے نکلا جاتا تھا
کوئی فریاد سے جگر افگار | کوئی روتا تھا غمسے ڈاڑھیں مار
سب تحیر تھے سب صغیر و کبیر | کہ ہوا کس کے عشق میں یہ فقیر
دلمیں کس نازنیں کا اسکے ہے سا
کہ یہاں تک رئیس ابن رئیس | ہو گیا سن اسکا بیس بائیس
جو گیونکا بنا کے بھیس اپنا | چھوڑتا ہے وہ آج دیس اپنا
خلق یہ کر رہی تھی گفت و شنود | کہ ہوئی سامنے سے اسکے نمود
تھی جو ساتھ اسکے یار اور غمخوار | روتے آتے تھے مثل ابر بہار
کوئی اس غم سے تھا گریباں چاک | کوئی محزوں بدیدہ نمناک
لوگ تھی گرد ماتمی سج سے | بیچ میں وہ جوان تھا اس دھج سے
سر پہ یوں زری کی انڈوی تھی بہن | ہوئے سورج کے گرد جیسے کرن
زیب بخشش گلو تھا یوں زنار | ہو بندھا جیسے آنسوؤں کا تار
چشم سے تھا کسی کی خون جاری | ہجو اسی کسی پہ تھی طاری
کوئی سوز دروں سے سینہ کباب | کوئی بیتاب ہو کے دیدہ پر آب
کس نے اسکا جگر کیا پارہ | کس کے غم میں ہوا یہ آوارہ
اسکے خاطر لیا ہے اسنے جوگ

آمدن عاشق بر آستانہ معشوق و وداع خواستن از ہمہ

الغرض وہ جوان شیفتہ حال | دل سے وارستہ جی سے فارغ بال
در بیت الصنم پہ جب آیا | دوستوں سے یہ اپنے فرمایا
آخر ایک روز مجھکو مرنا تھا | تمکو ہجراں میں صبر کرنا تھا
کسکو اب جاکے منہ دکھاؤنگا | اب اسی در پہ جی کھپاؤنگا
عفو کیجیو بھلا برا میرا | بخشش دیکھو کہا سنا میرا
ہوکے ہر آشنا سے بیگانہ | بے سر و برگ بے نوا یانہ
لو بس اب ہو چکا زمان وصال | میرے ملنے کا اب رکھیو خیال
سو ابھی سے جدا ہوئے ہم تم | جیتی جی کر لو میرا ماتم تم
مرنا جینا یہیں مقدر ہے | ہے یہی گور اور یہی گھر ہے
دل ہمیشہ رہیں تمہارے شاد | حق تعالی تمہیں رکھے آباد

عیش نت کبھی نہووے جدا
انہیں جیتا رکھے ہمیشہ خدا
پر یہ کرتا ہوں عرض ہو ناشاد
دلمیں رکھیو سدا مجھے تم یاد

بزم عشرت کا جب کرو سامان
پہلے لازم ہے یاد کرنا مان
جب چلے دور بادۂ عنبی
یاد کرنا ہماری تشنہ لبی

پہنیو جب نفیس تم پوشاک
یاد کیجیو یہ دامن صد چاک
جب دہن ہو سخن سے ہم آغوش
کہیو اتنا کہ ہائے وہ خاموش

چشم اگر آئینہ سے ہووے دوچار
میری حیرت کو یاد کریں یار
سیر گلشن پہ دل اگر دینا
واں بھی یادش بخیر کہہ لینا

دل ہو گلگشت سے اگر واں شاد
تنکے چنا رہے ہمارا یاد
دیکھ شبنم زدہ گل شاداب
رو دیجیو یاد کر کے چشم پر آب

لالہ جب جلوہ گر ہو پیش نظر
دلمیں رکھیو میرا یہ داغ جگر
بلبل اپنی سنائے نغمہ ہزار
دھیان میں کہیو میرا نالہ زار

گر کوئی تمسے پوچھے عشق کا حرف
کہیو اس سے یہ ماجرا شگرف
دل کی جانب کی گر کسے کو ہو فکر
بیدلی کا بھی میری کرنا ذکر

گر کرو پیار اپنے دلبر کو
یاد کیجیو مری ستمگر کو
جو کوئی دوستدار یا غمخوار
پوچھے کچھ میرے حال کا اخبار

اس سے ہرگز نہ اور کچھ کہنا
رو کے بے اختیار چپ رہنا
سنکے اس نوجوان سے غم کا بیان
ہو گئے بیحواس پیر و جوان

گرم شیون ہوئی جو خلق تمام
انکے رونے سے مچ گیا کہرام
نالہ پہنچا سبھوں کا تا بفلک
کانپ اٹھا غم سے چرخ گرداں تک

جسکو دیکھو سو تف گریہ و سوز
روز محشر سے کم نہ تھا وہ روز
خلق تھی گو کہ غم سے زار و نزار
اسکو کچھ غم نہ تھا بجز غم یار

رو رو ہر ایک سر کو دھنتا تھا
وہ کھڑا چپکے سبکی سنتا تھا
جب وہ استادہ یوں ہوا بر در
در جاناں پہ سب سے منہ کو پھیر

جاکے بیٹھا وہ طالب دیدار
جوگیوں کیطرح سے آسن مار
تھا لگا دل جو بسکہ واں اسکا
بن گیا سنگ آستان اسکا

بر وقت رسیدن عاشق بر دروازہ معشوق و معشوق را بخانہ نشستن

اب ذرا اپنے گوش دلکو لگا
ماجرا اسنئے دخت زرگر کا
جب تک اس نوجوان کی آمد تھی
در پہ اپنے کھڑی یہ دیکھا کی

سامنے سے ہوا وہ جبکہ نمود
نالے کرنے لگی یہ درد آلود
منزل غم ہوا دل ناشاد
تاب طاقت قلق نے دی برباد

سینہ اسنے الم سے کوٹ لیا
دلکو بیتابیوں نے لوٹ لیا
لیکن از بسکہ تھی جو شرم اسے
وہاں کھڑی رہ سکی نہ غیرت سے

گھر میں جا بیٹھی وہ سراپا ناز
تا نہ ظاہر کسی پہ ہو یہ راز
دل میں تھا اسکے گرچہ عشق کا جوش
پر حیا سے لب و دہن خاموش

غم بیحد سے دل ہوا رنجور
جسم و جان عیش و عافیت سے دور
نہ اسے فکر شانہ گیسو
نہ اسے شوق وسمہ ابرو

دلمیں ہر لحظہ یاد قامت تھی
جان پر آفت قیامت تھی
الغرض وہ جوان بحال سقیم
جب ہوا در پر اس صنم کے مقیم

تھا یقین اسکو وہ بلا لیگی
یا وہ خود اسکے پاس آئیگی
جبکہ برعکس آرزو پایا
غم سے دل بسکہ سخت گھبرایا

مضطرب جان مستمند ہوئی
غم کی شدت جو تھی دو چند ہوئی
جی ہوا محو حسرت جانکاہ
نہ رہی تاب ضبط نالہ و آہ

دلپہ صدمہ جو غم کا ہونیلگا
بیقراری سے جان کھونیلگا
دشمن صبر ہوگئی کاہش
دلسے پیش آیا غم برہم خلش

نالہ زار نے اٹھایا سر
جان سینہ میں ہو گئی مضطر

کیا وحشت نے قصد دلکو پسند
آہ نے تا فلک لگائی کمند

یار کو سامنے تصور کر
شکوے کرتا تھا یوں بہ چشم تر

کاے ستم جفا پیشہ و وفا دشمن
شوخ عاشق کش و بت پرفن

کیا یہی طرز خوش ادائی ہے
یہی انداز دلربائی ہے

یہی الفت ہے اور وفاداری
کیا یہی ہے طریق غمخواری

تھا یہی مجھسے قول و اقرار
کیا اسے دشمنی کا نام ہے یار

کہ مجھے کھوکے دین و دنیا سے
دربدر اسطرح اپنے بلوا کے

تونے پردے میں جا انتقام کیا
مجھکو رسوائے خاص و عام کیا

خلق اندوہگین ہے مجھکو دیکھ
سبکو غم دلنشین ہے مجھکو دیکھ

پر تجھے فکر کچھ نہیں میری
جان جاتی ہے سرا تیری

میں تو ایک خاکسار ہوں تیرا
عاشق جان نثار ہوں تیرا

دل سے ہوں ای یگانہ آفاق
دیکھنے کا ترے فقط مشتاق

تونے اس پر بھی منہ چھپایا حیف
رحم مجھپر ذرا نہ آیا حیف

گر یہی لطف و مہربانی ہے
مرگ محسوس زندگانی ہے

شکایت نمودن عاشق از معشوق و گرد آمدن قوم زرگر

شکوے یوں کر رہا تھا وہ بیدل
کہ ہوئی ادھر ہی بلا نازل

یعنی جسدم یہ راز فاش ہوا
کہ وہ عاشق ہے دختِ زرگر کا

سارے خویش و برادر زرگر
دوڑ کر جمع واں ہوے یکسر

دلمیں انکے سما گیا کینہ
ہوا کینوں سے سینہ گنجینہ

جی میں سبکے ادای خونخواری
تھا ہر ایک مایل دل آزاری

خاطر آزار تھے وہ بدگوہر
مرض آسا ہر ایک رنج آور

بے ادب بیوفا و بے آزرم
بیحیا بیمروت و بے شرم

تھے وہ سب کج خرام راہ صواب
جان ستان فرشتہای عذاب

دیکھے باہم قرار جنگ و ستیز
دیکھتے تو تیغ تیز سر آمیز

میان سے کھینچ کر کوئی تلوار
چاہتا تھا کہ اسپہ کرے وار

کھینچ کر کوئی خنجر خونریز
سنگ پر اسکی دھار کرتا تیز

کوئی کہتا تھا ہاتھ لیکے کٹار
ماروں ایسا کہ ہو نکلے پار

جوڑتا تھا کوئی کماں سے تیر
سانگ تولے ہوے کوئی بے پیر

ایک شخص انمیں جو معمر تھا
عقل و دانش میں سب سے بہتر تھا

کہا اسنے کہ یارو صبر کرو
کرکے حجت تمام جبر کرو

پہلے باتوں میں اسکو سمجھاؤ
گر نہ سمجھے تو مار ہی ڈالو

اسنے یہ کہکے سامنے آیا
اس جوان کو تب اسنے سمجھایا

کہ تجھے ہم رئیس جانتے ہیں
اور بزرگوں کو تیرے مانتے ہیں

چاہیے ہو رئیس عزت مند
کہ رعایا ہیں اسکے سب فرزند

تجھکو اے نوجوان ماہ لقا
عشقبازی ہے کب ایسی زیبا

اہل اسلام تو یہ قوم ہنود
وصل یاں کسطرح سے ہو موجود

اسنے ممکن ترا نہیں ہے وصال
دور کر دے اپنے اسکا خیال

ہر جگہ یہ مقام فتنہ و شر
یاں سے اٹھ جانا ہے ترا بہتر

انمیں گر تونے ازرہ انکار
نہیں اٹھنے کی ذری تکرار

حال تیرا نہ یوں ہو ویگا
دم میں یہاں کشت و خون ہو ویگا

قوم زرگر ہے مستعد بفساد
مفت میں جانکو نہ دے برباد

پیش آمدن پنچی ز قوم زرگر و منع نمودن از طریقہ عشق و باز نہ آمدن از عشق

سن کے تقریر اسکی ہو اداس   یوں کہا اسنے ای خدا نشناس
میں ہوں سو جان سے عاشق صادق   لوٹ اُس سے ہی جو کہ ہو فاسق
نہ اُٹھونگا میں جب تلک ہے دم   کہیں دیکھا ہے اُٹھتے نقش قدم
شمع سان پہلے سر کٹا دونگا   پھر تماشا تمہیں دکھا دونگا
وہاں سے کچھ ہٹ گئے ہو شور طلب   لگے آپسمیں ملکے کہنے سب
کوئی ہم میں سے ایسی کچھ تہہ کر   جس سے آئے ہوئے بلا ٹلجائے
کہا ای شورت کے اہل سلوک   اپنے نزدیک بات ہے دو ٹوک
اسمیں گر تمنے کچھ بھی کی تاخیر   آئے گی مشکل ہے اسکی پھر تدبیر
اِس سوا اور کچھ نہیں ہے طور   خوب سا دلمیں اپنے کر لو غور
عقل و دانش قضا نے کر دی سلب   ہوگئے سبکے سب فتنی القلب
آکے اُس نوجواں کو گھیر لیا   رحم و شفقت سے منہ کو پھیر لیا
ہوکے لبریز قہر و خشم و جفا   کہا اے اب بھی کہتے ہیں اُٹھ جا
سنکے اُن ظالموں سے اُسنے خطاب   کہا ای کج خرام راہ ثواب
میں بھی حاضر ہوں تم بھی حاضر ہو   دل میں جو آرزو ہو کر گذرو
کیا دکھاتے ہو خنجر خونریز   جانپر کھیلنے میں میں ہی ہوں تیز
زخم پیہم سے منہ نہ موڑونگا   رشتۂ دوستی نہ توڑونگا
جو کوئی اسطرح کا ہو بے ننگ   قتل میں اُسکے تمکو کیا ہے درنگ
یہ کہا اور چلائی اُسپر تیغ   قتل کر ڈالا اُسکو وا دریغ
خون سے گلگوں ہوا جو اُسکا بدن   بنگیا اُسکا ارغوان سب تن

عشق کو جنگ دلسے ہی پیوند   اُنکو یکساں ہی غیر اور فرزند
ہوں فقط میں تو طالب دیدار   تم میرے کیوں ہو درپئے آزار
ظلم جو ہوگا سب سہونگا میں   خاک ہوکر بھی میں ہونگا نہیں
قوم زرگر نے جب سنی یہ بات   دن نظر آیا اُنکے آنکھوں میں رات
یہ تو اُٹھتا نظر نہیں آتا   ننگ و ناموس ہے مٹا جاتا
ایک تہا اُن میں سخت بے ایمان   عشقبازوں کا دل سے دشمن جان
یا تو ناموس کو وداع کرو   یا اسے جلد قتل کر ڈالو
بے اثر کب ہے نالۂ بلبل   دم میں یہاں اور ہی کھلیگا گل
سنکے یہ حرف مرد بے ایمان   ٹھن گیا سبکے دلمیں قتل جوان
مجتمع ہوکے پہر وہ کافر کیش   دخت زرگر کے سب پدر و خویش
بیچ میں تہا وہ ماہ عالیجاہ   تھے عدو گرد مثل خرمن ماہ
ورنہ یہ تیغ اور تیر سے ہے   خاک رہ تیری تن کا بستر ہے
قتل کی گر تمہیں تمنا ہے   باربار اسکی گفتگو کیا ہے
تیغ پر اپنی گر تمہیں ہے ناز   میں بھی راہِ وفا میں ہوں جانباز
ٹکڑے گر عضو ہوں میرے سارے   سر پہ سو بار گر چلیں آرے
دشمنوں نے سنی جو یہ تقریر   کہا ہر ایک نے کھینچکر شمشیر
اپنے ناموس پہ ہو نہ حرف   در گذر اُس سے کرتے ہیں کم ظرف
رشک گلشن ہوئے ہو درو دیوار   عشق نے زور ہی کہا لی بہار
تن جو زخموں سے چور تہا اُسکا   لب پہ ہر زخم کے یہ تہا شکر خدا

قتل شدن عاشق و از حلق او آواز بگوش معشوق رسیدن

ایک یاں سنئی اور غم کا بیان   ہے عجب ماجرائے خون افشان
کای بت بیوفا و غارت گر   قاتل عاشق برشتہ جگر
نہ کیا خوف جی کی جانے سے   نہ اُٹھا تیری آستانے سے

سر سے جبکہ وہ گذر گیا جانباز   حلق کشتہ سے نکلی یہ آواز
میں نے کار وفا تمام کیا   جاں نثاروں میں اپنا نام کیا
جور جو کچھ ہوا لیا سر پر   جان سے گذرا میں تیری ہی در پر

تہا جو الفت کا تیرے سب پیام
سر کے بل اٹکا ہو چکا انجام

اب یہ مذمت میں عرض ہے تیری
جگ ہنسائی نکیجو میری

جانفشانی یہ ہے میرے کنے نگاہ
تجھسے جو ہو سکے سو کچھ نباہ

عاشق بر زانو گرفتن و نالہ فریاد نمودن معشوق

سنئے اب حال دختر زرگر
جب ہوئے اس خبر سے مستفسر

کہ وہ ناکام اس جہاں سے گیا
جان سے اور اپنی خانماں سے گیا

دلپر ایک تیر چلگیا سن سے
جان گویا نکل گئی تن سے

چاک اسنے کیا گریبان کو
خون سے آلودہ جیب و داماں کو

نخل عشرت سے دل جو تہا بستان
اُن میں پیدا ہوئے گل حرمان

کیا غم نے جگر کا کام تمام
رہ گئی اپنا وہ کلیجا تہام

پیٹتی درد غم سے اپنا سر
نکل آئی وہ پردے سی باہر

دیکھکر نعش یار سینہ فگار
لگی کہنے بدیدۂ خونبار

ای میری جان نثار راہ وفا
کشتۂ تیغ و خنجر اعدا

ای میری وقف حسرت و ارمان
ای میری جان میں تیری قربان

ای بصورت گل و بنالہ ہزار
لٹ گئی یوں خزاں سے تیری بہار

ای سفر کردہ دیار عدم
ای مرے عاشقی میں راسخ دم

ای میری زخمی خدنگ نگاہ
کس سے اپنا کہوں میں حال تباہ

میری بیجان دادۂ غم ہجران
میری مقتول درد بیدرمان

میری تاریک گھر کی چشم چراغ
یوں نہ دینا تہا میرے دلپر داغ

ہائے ای میرے چاہنے والے
بات اپنی نباہنے والے

ہائے ای میری آرزو کے شہید
دیدہ بخشے ہوئے بگفت و شنید

ہائے ای میرے مستمند وصال
یوں فلک نے کیا تجھے پامال

ہای یہ تیری نوجوانی ہائے
ہای یہ تیری جانفشانی ہائے

ہائے ای سرو ناز گلرخسار
زندگی کی نہ دیکھی تو نے بہار

کچھ میں اپنے ایسے کی تعجیل
کہ خبر بھی نہ کی بوقت رحیل

گر تو ملک عدم کا عازم تہا
چھوڑ جانا مجھے نہ لازم تہا

بکیا نہ تو یوں سفر کر جائے
میں ہوں جیتی اور تو مر جائے

غور کر تو ہی اب کروں کیا میں
دلمیں کسکا رکھوں سبو میں

مجھہ پہ یہ موجی سے یوں مرے گا کون
ناز برداریاں کریگا کون

کون مجھکو کہیگا کافر کیش
میں کہوں کسکو عاشق دلریش

کون بھیجے گا دمبدم قاصد
کس سے ہر بات پر کروں گی ضد

ناز سے رد کرونگی کسکا سوال
اسقدر کسکو ہوگا میرا خیال

مجھکو معلوم یہ اگر ہوتا
قتل تجھکو کریں گی یوں اعدا

بخدا میں نکرتی کچھہ زنہار
خواہش وصل میں تیری تکرار

تھی زبانی یہ گفتگو میری
ورنہ دلسے کنیز تھی تیری

جانمن میری کیا حقیقت ہے
مجھہ میں کیا صورت اور سیرت ہے

تو نے عزت دی مجھکو تا بسر
ہوئی تیری سبب سے نام آور

اب جہاں تیری عشق کا چرچا
عاشقوں کی زبان پر ہوگا

یاد مجھکو بھی سب کرینگے لوگ
یہ بیان سنکے انکو ہوگا سوگ

جبکہ عالم میں تجھسے ہی شیدا
ہوا حاصل مجھے وقار ایسا

شرط الفت یہ ہی کہ میں بھی مروں
زندگانی سے اپنی دلگذروں

بھول جاؤں گر اس محبت کو
تا کہ ننگ ہی میری عزت کو

کر چکی جب یہ درد و غم کا بیان
بادل زار و دیدۂ گریاں

نعش کے پاس پہر وہ جا بیٹھی
جلنے سے اپنی ہاتھ اٹھا بیٹھی

اپنے عاشق کے سر کو سینے سے لگا
رکھ کے زانو پہ غور سے دیکھا

رخ سے ظاہر تھی دل کی حیرانی
دیدہ و اشک چشم قربانی

جلوہ گر نقش یاس پیش نظر
رنگ چہرہ کا مثل شمع سحر

رنگ و ظاہر پریدہ تھا
رشک خوردہ سر بریدہ تھا

خون سے تر تھا جو عارض گلگوں
اپنے آنچل سے پونچھتی تھی خون

کبھی ماتھے پہ بوسہ دیتی تھی
کبھی اُسکی بلائیں لیتی تھی

کبھی سلجھاتی سر کے اُلجھے بال
کبھی ملتی تھی اُسکے گال سے گال

آواز بگوش معشوق رسیدن از غیب و خود را نیز در آتش عشق سوختن و مردن

آئی ناگہ یہ غیب سے آواز
کاش ہم آغوش عاشق جانباز

وہ تو مردہ ہے اور تو زندہ
کب ہے یہ اختلاط زیبندہ

تجھکو پیاری ہے اپنی زیست اگر
عشق کا بوجھ کیوں لیا سر پر

لطف موقع نہیں ہے باقی کا
وقت ہے اب یہ جانفشانی کا

دیسے گر سوز عشق کو ہی راہ
پھر یہ تاخیر کیا ہے بسم اللہ

سنی اُس نازنیں نے جب یہ ندا
ہو گئی اُسکی اور طرز و ادا

لب پہ ظاہر سخن سے تھی خاموش
دل میں تھا بحر آتشیں کا جوش

ہوا سینہ میں مشتعل شعلہ
جس سے ہو برق کا تجلی شعلہ

ہر بن مو ہوا شرار افشان
دل جگر مثل گلخن سوزاں

ہوئی سوز دروں سے جان بہ دم
لگ گئی آگ سر سے تا بہ قدم

عشق کو تھی جو آگ دینے لاگ
خانۂ تن میں یوں لگا دی آگ

جب تن زار اُسکا جلنے لگا
شمع ساں عضو عضو جلنے لگا

نعش سے وہ لپٹ کے لیٹ گئی
ہستی اپنی جہاں سے میٹ گئی

شوق سے مل گئی گلے دونو
ایک ہی آگ میں جلے دونو

خاک سے گوش زد ہوا ناگاہ
کلمۂ لا الہ الا اللہ

سنکے حیران کار عشق تھے سب
وقف سوز شرار عشق تھے سب

عشق کا یہ تو ایک ہی ہے نیرنگ
جب سے یہاں کفر و دین ہوئے یک رنگ

سیکڑوں اسکے ایسے ہیں شعبے
صرف حیرت ہو عقل کل جس سے

غرض اُن دونوں جاں نثاروں کا کام
عشق نے کر دیا بخیر انجام

گرچہ ظاہر میں خوار ہوکے مرے
سرخرو لیکن اس جہان سے گئے

لوگ جو گرد تھے تماشائی
اُنکے حیرت میں کچھ نہ بن آئی

آتش عشق تھی یہ شعلہ فشاں
پاس جانا کوئی سو کیا امکاں

سارے قوم قبیلۂ زرگر
کف افسوس رہ گئی ملکر

نہ نصیحت کی اُنکو جرأت تھی
نہ چھوڑانے کی اُنکو طاقت تھی

ہوئے اس واقعہ سے پیر و جوان
شکل آئینہ صورت حیران

دشمنوں کو بھی تھی پشیمانی
دوستوں کو بہت پریشانی

تمام نمودن داستان سراپا سوز و بطور پند چند اشعار تحریر کردن

اختر اب تا کجا ترانۂ عشق
لکھے کب تک قلم فسانۂ عشق

سوز عشق اس سے کچھ کیا جو رقم
شمع سوزاں ہوگی زبان قلم

عشق وہ شعلہ ہے شرارت کیش
جس سے ہیں سب جگر جلے دل ریش

جب خوش آتی ہے اسکو آگ کی سیر
یہ نہ سمجھے حرم نہ خانۂ دیر

جز وہ کافر یہ عشق تیغ گذار
کفر و دین کا ہے جس سے سینہ فگار

زور اپنا جہاں جتاتا ہے
کوہ کو کاہ کر دکھاتا ہے

جہاں بیٹھے ہیں اسکے دیوانے
ایسے لاکھوں ہوئے ہیں پروانے

ہے غرض عشق کا مقام بلند
فکر کی وانجہ نارسا ہی کمند

[illegible]
[illegible] کمال [illegible]

[illegible]
جا ہیے قصہ مختصر کرنا

[illegible]
رہیے خاموش [illegible]

[illegible]
تمام [illegible]

تمام شد

مثنوی اسرارِ محبت

از نواب محبت خاں محبت شاگرد جرأت

محبت نام اور ہر دل نگیں ہے
محبت سے کوئی خالی نہیں ہے

محبت ہی گل گل ہی محبت
محبت ہی جزو اور کل محبت

محبت سے فریدی کیا کیا ہوں درپیش
محبت ہے نمک ریز دل ریش

محبت سے ہر ایک ہو مست مدہوش
محبت ہی کرے از خود فراموش

محبت چشم کو دے اشکباری
محبت دل کو سونپے بیقراری

محبت اور ہی عالم دکھا دے
محبت غم دو عالم کا بھلا دے

رکھے ہی جذبہ صادق محبت
کرے معشوق کو عاشق محبت

محبت ہی سے تن میں جاں کھو دے
محبت یار دل شاد کر دے

کرے بیخود وہ سودا ہی محبت
خدا جانے کہ کیا شے ہے محبت

کہوں کیا میں کہاں تک ہے محبت
محبت سے ہے آسماں [illegible]

محبت دل کو کر دیوے دیوانہ
محبت ہی سے ہو اپنا بیگانہ

محبت جلوہ گر ہے یاں [illegible]
محبت ہے عرش نام خدا خوب

جو سمجھو ذات مطلق فی الحقیقت
محبت ہی محبت ہی محبت

محبت ظاہر اور باطن محبت
محبت اول و آخر محبت

محبت ہی ہے بہر گلخن دل
محبت ہی ہے برق خرمن دل

محبت ہی سے نکلے آہ جانسوز
محبت دل کو دے داغ دل افروز

محبت میں ہے شمع پروانۂ عالم
محبت ہی کرے رسوائے عالم

محبت نے کیا لیلیٰ کو برباد
محبت میں ہوئے مجنوں و فرہاد

محبت ہی سے ہو بیتاب بلبل
محبت ہی سے ہو [illegible] دل گل

محبت سے تن پروانہ ہو چاک
محبت کر دکھا دے شمع کو خاک

محبت سے ہے رنگ خوں ہی لبریز
محبت سے ہے گردوں ہی لبریز

محبت کا جنوں گل میں ہو تنگ
[illegible]

محبت ہی دلیں سب کی [illegible]
ہو سب کو محبت ہے وہ بیدرد

کہا ایسا ہی ابتدائے محبت
[illegible] کمان محبت

در نعت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مصطفیٰ ہے رنگ گل عشق
وہ زلف اس کی بہار سنبل عشق

وہی تصدیق صاد اور ہی عشق
وہی معشوق عاشق وہی عشق

کیا معشوق ہو کر اس نے [illegible] عشق
اسی کو عشق ہے وہ عشق [illegible]

ہوئی ہے آفتاب نور عشق
اسی سے [illegible] عشق

در منقبت جناب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

اسی سے عشق جو تقریر ہے
اسی سے عشق جو مولا علی ہے

ہے ہی جہاں عشق اسی سے
کھلا ہے گلستان عشق اسی سے

اگر وہ مشکل کشا ہے قادر عشق
ہوئی آساں اسی سے مشکل عشق

رکھا من کنت [illegible] عشق
کہ ہے وہ ابروئے [illegible] عشق

مہ نو کو اس ابرو سا کہوں کیا   نہیں وہ ایسا نازک ہرگز

وہ خنجر حسن گردانہ جاوے   غضب کی موٹھ میں ہے پانی بر آوے

ہی ان کے آگے جام اک چشم پر نور   غضب دو انکھڑیاں ہیں چشم بد دور

کہری مژگاں جھپک کر کچھ جو اغور   دلوں کی [illegible]

رخ اسکا گرچہ شعلہ حسن کا تھا   تعطر آمیزی ہو جب پیدا

وہ بینی اس مہ دلجوئی پائی   کہ حسن نے اسکو خود بینی سکھائی

بلندی حسن کی بینی دکھاوے   پہر آپ ہفتوں کی دلکو ملاوے

وہ موتی اور وہ چنپئی کی کیھی جب   تو گویا ہیں وہ یکجان دو قالب

دو دندان دہن اس سیمبر کے   کہ سوراخ اس سے ہیں دل میں گہر کے

تبسم میں نظر ××× آوے   کہ غنچہ جیسے نافرمان کا کہلجاوے

زباں کہولوں اگر وصف دہاں کو   سخن ہے بے سخن گم میری زباں کو

جو دیکھے آئینہ رو وہ زنخداں   رخ زانو پہ دھر رہ جاے حیراں

نہیں گردن کی کچھ تعریف ہوتی   وہ ہے گویا صراحی دار موتی

کلائی یہ کہ گویا وہ کلائی   خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنائی

× × × × ×   × × × ×

غلط ہے یہ نار ایسے کہاں ہیں   وہ قصر حسن دو برجیاں ہیں

چلی خوباں میں جب وہ سج بدل کر   تو بس بیٹھیں سب ہاتھ اپنے ملکر

بہار حسن کو ناف اسکی دیکھ آب   کہ ہے وہ لجۂ خوبی کا گرداب

کر دل کیا ظاہر اب وصف نہاں کو   تماشہ کہتی ہی تمام اپنی زباں کو

جو وصف اس ساق سیمیں کا کہی ہے   مثال شمع رو رو سر دہنتی ہے

کف پا پر نہ وہ رنگ حنا تھا   کہ عاشق کا خون پاؤں پڑتا

تو حسرت سے ہوں یہ سبکو ××   تن شمشاد ہے غنچہ ندیکہیے

کہوں کیا خوبیاں اس تنگ گل کی   صفائی اور نزاکت یاں تلک تھی

وہ گوش ایسے کی تہی وہ سیمتن ہو   کہ بکریں جسکی آگے کان کترو

وہ اسکی انگلیاں ہیں ہمو جام   ولیکن ان سے کیا ہی زیب جام

نگہ کا نزوہ جب ہے آکر جاوے   تو گویا اس پر اک بجلی سی پڑ جاوے

یہ گوئیا اسکے رخ پر جسکی کر دید   جلے تہا آتش حسرت سے خورشید

ولے ××× ڈوبا کرکے وہ غور   چہپک سے دامن مژگاں کی فی الفور

نہ لاثانی ہو کیونکر فی الحقیقت   کہ ہے وہ سایہ انگشت قدرت

اور اسکی ٹہوڑی یہ پیارا ہے حلقہ   کہ گویا حسن نے مارا ہے حلقہ

لب لعل اسکے سے شرمندہ ہو پیارا   چہپا جا سنگ میں لعل بدخشاں

کروں تفصیل کب تک میں تقریر   قیامت اس پہ تھی مسی کی تحریر

وہ تنگی دہن گر دیکہہ پاوے   تو پہر خجلت سے غنچہ منہ چہپاوے

سنوں کیا کیا جسکا وہ عشق ہوا   جیسے چاہ زنخ کی ڈوبا ہو

کوئی غبغب کی خوبی کیا بتاوے   گلے سے جسکو وہ مہ دل لگاوے

یہ ساعد پر نزاکت تھی منور   رگ گل کی بہی نسبت سے پیدا

نما دستہ یوں پنجہ ماہ   کہ خوشخط جیوں لکہیں نقش [illegible]

عیاں دو گلشن خوبی میں ہیں پستاں   کہ جیسے دو انار ایک شاخ پر

یہ گولے گول اونچے پیارے پیارے سے ×××

اگر دیکھے انہیں   عجب کیا وہ ہے کوئی اپنی جانی

کہوں وصف کمر کو کیا ہے منکا   کہ کب محسوس ہوتی ہے رگ جاں

نگہ نزاکت تہی ایسی صفائی   کہ جیوں آئینہ میں مونہہ دکھائی

کہوں ××× کیونکہ منہ کو   مقابل اسکے ہے جو منہ تو دیکھو

وہ موزوں جسم اسا وہ دیکھا جاے   اور اسکی معدن یاقوت نظر آوے

جہنگ خیال کی ہے کیا قیامت   کہ ہر سو جس سے ہے برپا قیامت

جو ہو کے فرش محل پہ گرم رفتار   رگ گل پشت پا سے ہو نمودار

بوقت شام گر وہ بام پر آئے / خجالت سے وہیں خورشید چھپ جائے
غرض ہر پیچ اسکی ادائی سے تحریر / وہ گویا حسن کی تھی ایک تصویر
سبھی حیرت سے اسکے محو دیدار / وہ ایک یوسف تھے اور لاکھوں خریدار
یہ گرمی آگ کی تھی ہر یک سخن میں / کہ آتش سی لگا دے جان و تن میں
شرف رکھتی تھی یہ اپنے محل میں / کہ جیسے خورشید ہو برج حمل میں
اگرچہ حسن میں تھی آپ یکتا / ولے دم مارتی تھی عاشقی کا
تو بس اتنی لیے وہ غیرت حور / بحسن و عشق تھی عالم میں مشہور

ذکر نمودن زنے یاسمی کہ در باغ او قافلہ وارد است

بیان کرتا ہوں اب ذکر محبت / کہ تھی ہمقوم اسکی ایک عورت
قضارا اسنے کی ایکدن یہ گفتار / کہ تیرے باغ میں اے رشک گلزار
عجب ایک قافلہ اترا ہے رنگین / کہ رکھتا ہے متاع حسن نمکین
یہ سنتے ہی وہ حور غیرت گل / چلی گھر سے چمن کو با تجمل
وہ بوبوں کا شاید کارگاہ ہے / کہ جسمیں رشک گل ہر یک جواں ہے
ہوا یوں گھر سے اسدم [illegible] / کہ جیسی جان ہو تن سے روانا

تعریف باغ

بصد ناز و ادا پہنچی وہ تا باغ / عجب رنگین و دلکش گرد کا تھا باغ
وہاں سرو کھڑے تھے یوں کنار آب / کہ تھی خجلت دہ رخسار خوباں
ہر یک سنبل کا اب پیچ تھا خوب / کہ دل میں بستے جیسے زلف محبوب
رکھے یہ سبزی کی [illegible] عالم / قد موزوں ہو جسکو دیکھکر خم
کرے سیر چمن گر واں جو کوئی آئے / تو ذرہ خوش نہ آوے زرد خورشید
فزوں تھا اسقدر [illegible] / لگے تھے اسقدر گلہای بستاں
نظر وہاں جا کے ہو کیونکر نہ بے حس / نہ الٹی تھی اُدھر سے چشم نرگس
ہر یک تھا غنچۂ گل جیسوں کا لالی / شجر ہو میں تھے سنبل شرابی
جو کچھ ہر یک روش پر تھی صفائی / کہاں یہ عارض خوباں نے پائی
ہنسا وہاں ایک روش پر [illegible] / اڑا لی چرخ تھی جس سے رفتار
بھرا نہروں میں تھا ایسا ہی پانی / کہ گویا تھا وہ آب زندگانی
کسی جانب کو پھولوں کی چمک تھی / کسی جانب کو سبزے کی لہک تھی
کہیں تو بلبلوں کے چہچہے تھے / کسی جانب کو کوچے تھے
منقش تھے سبھی در و دیوار / در و دیوار سے پھولا تھا گلزار
چلا یہ باغ ایسا کو نکم ہے / نظر جیسا ایک باغ ارم ہے
ہوئی جب آ کے اسجا جلوہ فرما / تو پھولا سماتا تھا نہ بستاں
دلے سبھی نے یہ وہ غیرت باغ / کہ دیدی گلہا [illegible] داغ

تعریف بنو

جواں ایسا کہ گر دیکھو سراپا / تو گلدستہ وہ باغ حسن کا تھا
عرق آلودہ چہرہ کا یہ عالم / کہ جیسے خاک پر قطرات شبنم
یہ کیسی انکھڑیاں تھیں پر خماری / کہ نرگس جیسے کنج شرمساری
کوئی مارا نگہ کا تھا سسکتا / کوئی چتون کو تھا حیراں تکتا
کہوں کیا خوبی [illegible] / کہ تھا سر سے قدم تک باغ خوبی
غرض کیا کہیے وصف اسکے بدن کا / کہ تھا سر تا قدم وہ آئینہ کا
جب [illegible] نظر آئے جو گل سے / گلے سے دل لگا کر ہر کو پایا
صفائی سینہ تھی ایسی نمایاں / کہ دیکھ آئینہ بھی رہتا تھا حیراں

خراماں ہو جدہر وہ ماہ سیما
کوئی تھا کشتۂ نازو تغافل
مقابل جو ہوا ایک وزیر تھا مہر
کہوں کیا تھا دُرِ نایاب کیا وہ
قدم موزوں سراپا رشک خوبی
غرض صورت یہ تھی اس دلربا کی
یکایک وہ ہوئی یہ محو دیدار
دل اُس گلرو کا بے میں ہی پکا
ادہر تو اسکی یہ حالت بنی تھی
ادہر یہ پاس جانیکا دہرے قصد
وہ مستِ عشق جب پاس پائی آئی
غرض دونوں طرف ظاہر ہوا عشق
لگی دونو طرف سے خوب ہی آگ
جب اُلفت کی ہوئیں باہم حکایات
چلیں یہ چرخ کجرفتار کا ہے
بس اب میں کیا کہوں آئے عجب شاہ
بہیگا چشم سے خونابۂ دل کا
بس اب بہتر ہی گر مانے تو یہ بات
سنی یہ بات جب اس دلربا نے
جو پایا تو فسوں سے آلودگی عشق
یہ بولا سنکے وہ اوزیر ... ر
مگر دل ... نہیں سکتا ... پایا
گذر ... مانگے ... سنا ... ری

تو ہو ہر ہر قدم پر حشر برپا
کوئی عاشق تھا پامال تجمل
سو اُس خجلت سے رو گرداں تھا مہر
سراپا غرق بحر حسن تھا وہ
رخ اُسکا آب رنگ باغ خوبی
نمایاں جس سے تھی قدرت خدا کی
کہ جنبش ہو گئی مژگاں کو دشوار
یہیں تیغ نگہ نے مفت مارا
اُدہر اُسکی بھی دلکو بیکلی تھی
اُدہر وہ اُٹھ کے آنیکا کرے قصد
تن بیجان نے گویا جان پائی
جو کار عشق تھا سو کر چکا عشق
دلوں کے بیچ بھڑکی عشق کی آگ
کہی سیمیں نے تب یہ سوسی بات
نہ یکجا شادہوں دشمن لگا ہے
ہوا ہے عیش شادی میں غم آہ
کرونگا فکر کیا بیتابی دل کا
گذاریں عشرتوں سے باہم یکرات
تو پڑی دلکو ... لگا نے
ہر اس کو ... عشق
تمہیں ... بات ... تمکو ہی منظور
ہم ... عشق ...
...

لگا ہونگی کہیں چلجائیں بہلے
بلائے جان گلشن تھا وہ مہرو
یہ بزم گلرخاں تھا یوں وہ دلخواہ
یہ سیج دہج اور یہ محبوب مشہور
دو زلف و چشم ابرو قد و قامت
جب اُس رشک پری پر نظر کی
وہ گلشن کا تماشا سب بھلایا
وہ مکھڑا پھول سا لہو ہو گیا ہائے
ادہر تیر نگہ سے تھی یہ بسمل
چلے یوں بادۂ الفت سے سرشار
بہم مل بیٹھے یوں دونوں وہ دلخواہ
ہوئی یہ مبتلا اُس شعلہ رو پر
نہ سمجھے یہ سب سمجھے وہ دیوانے
سمجھے یہ سوچ ہے آ غیرت حور
کرے پیدا خدا انکو بے تامل
سحر ہوگا جو بیٹے کوچ در پیش
جدا ہو دیگا جب تجھسا دلآرام
خدا جانے فلک کب تک ملا دے
یہ تو نے مجھسے کی تقریر کیسی
کری بیاں شیوہ فسوں جو مشتاق
اگر باندہو ... پیرانی ... مں
... ایسے ... ایک شب ہو
... تقریر جب یہ ... دلخواہ

اداؤں میں سبکو مار ڈالے
کوئی آفت کا پرکالا تھا یہ تو
ستارو میں تھی یوں جسطرح ماہ
کر تھا ایسا نکوئی خوبصورت
بلاؤ فتنۂ آشوب قیامت
تو پہر جاکر وہاں سے بس نہ سر کی
فلک نے اور ہی ایک گل کھلایا
خزاں یکبار جیوں گلشن پر آجائے
اُدہر تھا تیغ ابرو سے وہ گھایل
کہ ہر جب چال سر گرمی کی رفتار
قرانِ مشتری ہو جیسے با ماہ
وہ پروانہ ہوا اُس شمع رو پر
کہ عشق آخر لگا دیگا یہ کالے
فلک ہے تفرقہ انداز مشہور
جو بولے گل سے بلبل اونہی گل
کریگی تیغ فرقت دل جگر ریش
تو پہر میں کیونکر پاؤنگا دلآرام
بھلا حسرت یہ دل میں ہو نجاو
ہمارے ملک میں نہیں رسم ایسا
نہیں عاشق نہ اسکو ہو دغا کے
یکایک عشق کا کہو دوا شر میں
کہ تو جب ... لب ... ہو
تو یہ ... کہنے لگی راضی ہو وہ ماہ

ذرا ہو جا کے شب آدہی میں تنہا
یہ کہکر پھر چلی وہ رشک گلزار
کہیں جا بستے کا کر جلد ہی بہانہ
مکان بجلیل کر یک معین
کہوں کیا کس مزے کی تہی ملاقات
کبھی تہی وہ بلا گردان اُسکی
کبھی تو سے سو مزے ہوتے تہے باہم
کبھی ہاں نہ اُسکا وہ سر تہی لاق
رہی یہ نصف شب تک اُنمیں صحبت
ہم پچپید کے تہی اسرنگ خاموش
رفیق و یار جو بیٹہ کی تہے دہاں
تو بہتر ہے کسی صورت سے جا کر
کہ تا گہ تفرقہ پردا ز جا کر
شراب عشق سے تہی وہ بہی سرشار
رہی تہی ہی غافل یہاں یہ مجبور
نہ کیا اُسنے جو یہیں وہ دلبر
لگا دل میں کرنے بیقراری
نظر کر شش و پیلو پہر ادہر کو
ہوے بے خار گلگوں وہ ایسی
قرار و صبر سے ہونے اُسنے پہیرا
عزیزو کیا کہوں میں وہ دل افگار
گریباں پہاڑ مونہہ پے خاک ملنے
یہ کہکر نکلی وہ رشک گلزار

نظر سے مردماں کے ہو کر پنہاں
تہے جانا تہا وہاں سخت دشوار
ہوئی معشوق کیجانب روانہ
گئے دونو وہاں وہ رشک گلشن
میسر کر تہیں ہوتی ہر پہر رات
کبھی ہوتا تہا وہ قربان اُسکی
کبھی کچھ سوچکر روتے تہے باہم
اور اپنی دلکی بیتابی دکہاتی
کہ تہی سو طرح سے عزو عشرت
در نصیب ہیں جیسے پہم تکلف
لگے تہو سمجہکر کچہ جیوں
اُنسے دو آئیں آہستہ اُٹہا کر
اُنسے آہستہ آئے اُٹہا کر
نہ تہو اس ماجرے سے کچہ خبردار
ہزار افسوس پہنچا قافلہ دور
عجب صورت سی تہی الجھن شدید
ہوا خون جگر آنکہوں سے جاری
لگی رونے وہ ہزار نو پہ سر کر
کہ منہ پر مردنی پہر گئی جیسے
یکایک رنج و غم نے آن گہیرا
ہوئی تہی ایک مصیبت میں گرفتار
گیا ہی وہ جدہر وہ دہر کو چلدیے
اُٹہ اس صورت سے چلی وہ رشک گلزار

بہانہ کر کے خویش و اقربا سے
بہر صورت وہ اپنے گھر کو آئی
ہوئی تہی رات وہ تنہا تہا بیٹہا
لگے پہر عیش و عشرت ہونے باہم
اُنہیں دیکہے تہا یوں حیران ہو
کبھی تو دیکہتی صورت ہو خاموش
کبھی تو وہ جواں کہتا تہا ہیہات
کبھی پہر تہے جہان باتوں سے غافل
ہم آغوشی سے جب آرام پایا
وہ سوتے اور ہوا ایک فتنہ بیدار
صبا داکوئی دار شہ کا آجائے
شراب وصل سے تہا وہ سرشار
جدا اُسسے تہا بیخودی سے ہائے
دریغا زیست دونوں کی بچاہی
ہوئی جب خواب غفلت سے وہ بیدار
یہی رہ رہ کر آتا تہا پریکیا
یہ سینہ میں پہڑکتا تہا دل زار
ہوا یہ یکبیک حال تن زار
ذرا جو [illegible] کی شب چین پایا
نہ اُسکو طاقت رفتار تہی آہ
نہ منہ آئی تہی وہاں سکو کوئی بات
سو ہوے پاس گردہ یار جانی
کہ ٹکڑے صورت گل تہا گریبان

ملونگی آنکر تجہ دلربا سے
کسی صورت سے لیکن کل نہ پائی
کہ پہنچی اس میں وہاں پہ تہنا تب
ادہر بیٹہا دلہن وہ چہرہ خرم
زمین پر کسطرح نکلے تہی دو ماہ
کبھی ہوتے تہے آپس میں ہم آغوش
قیامت کل کو دن لاویگی یہ رات
لیکن کسی کام دل کرتا تہا حاصل
یکایک خواب راحت اُن کو آیا
کہ مردم ہو گئے اُسسے خبردار
تو کیا جانیں کہ ہم پر کیا بلا آئے
بہت مشکل تہا ہونا اُسکا ہشیار
کہ جیسے جان ہو تن سے جدا ہائے
ہوئے یکبارگی وہاں سے وہ راہی
بیاں اُس وقت کا ہے سخت دشوار
کہ تہا یہ واقعی یا خواب دیکہا
قفس میں جیسے ہو مرغ گرفتار
کہ جیسے ہو کوئی مدت کا بیمار
سو اُسنے دن قیامت کا دکہایا
نہ رہ سکتی تہی وہاں وہ غیرت ماہ
پہ آخر دلمیں ٹہرائی یہی یہ بات
تو ہے کس کام ایسی زندگانی
دو زلفیں مثل سنبل تہیں پریشان

برہنہ پا و عریاں سر چلی تھی / قیامت اُسکو دل کو بیکلی تھی
یہ غم نے شکل کر دکھلا دی اسکی / ملا تھا خاک میں عنا قیت اوسکی

لگی جیب و زمیں پاؤں دھرنے / نظر میہوسی لگے خار اُسکی کرنے
تھا کا اُس کف پا پر جو تھا رنگ / تو وحشت نے عجب اُسکا کیا رنگ

چلی وہ نقش پا بنکار رہ پر / غزل عاشقانہ تھی زباں پر

غزل

بس اپنا کچھ نہیں اب آہ چلتا / کہ دل کو لیگیا اک مہ راہ چلتا
سمجھا کچھ نہ چلنا تھی راہ کی بات / کہ مجھکو بھی لئے ہمراہ چلتا

چھلاوے کی طرح سے دل کو لیکر / ہوا یکبار وہ دلخواہ چلتا
نجاتی جان گر چلنے سے اپنے / مجھے بھی کرکے وہ آگاہ چلتا

نہ ہوتے بخت گر میرے سحرگاہ / مجھے جو تکا کی کملہ ماہ چلتا
مجھے یوں ہوسے وہ دلبر کا لیک / رہی جیوں تن سے جی ناگاہ چلتا

رکھا بس ناتوانی نے مجھے تو ورنہ / نہیں ہو آہ کچھ واللہ چلتا

نظم

یہ پڑھ پڑھ پیٹتی تھی وہ سر اپنا / لکھا تھا ہاتھ لا کر دل پہ اپنا
دل مضطر و رگ ان چشم پر خون / وہ بھٹکی تا بیاباں گل مجنون

جلاتی تھی جگر کو آگ غم کی / لبوں پر دم تھی آہ اُس صنم کی
یہ آہیں کھینچتی تھی وہ ستم کش / کہ آگ اُٹھتی تھی صحرا کو بھی آتش

ہوا غالب جو ضعف اُس نازنیں پر / گرایا ناتوانی سے زمیں پر
سمجھا بستر اپنا صفحۂ خاک / بہ رنگ نقش پا بیٹھی وہ غمناک

یہ گردا سے تھا رنگ تغیر / کہ جیسے خاک میں مٹتی تصویر
کہوں کیا اُسکی تنہائی کا عالم / نہ تھا ہمدم کوئی جز ہمدم غم

نظر کر چار سو پر ہو کے مایوس / لگی ملنے وہ اپنے دست افسوس
لگا دل کرنے بینائی سے سازش / ہوئی آنکھوں کو بینائی سے رنجش

نہ آنکھیں دیکھتی تھیں صورت خواب / نہ تن میں کچھ رہی تھی طاقت و تاب
یہ وحشت اُسکی منہ پر تھی نمایاں / کہ جیوں بیٹھی کوئی مبہوت حیراں

نہ ہل سکتی تھی جا سے یوں وہ جاناں / کہ جیسے خشک ہو نخل گلستاں
غرض پہنچی گھر اُسکی یہ خبر جب / تو اُسکی باپ ماں اور اقربا سب

چلے سب پیٹتے سر اپنے گھر سے / کہ آئی ہائے یہ آفت کدھر سے
یہ تہو کے سے کسی کو دکھایا / جو اُسنے حال یہ اپنا بنایا

وہ روتے پیٹتے افتاں و خیزاں / چلے بستی سے آئے تا بیاباں
عجب صورت سے وہ بیٹھی تھی غمناک / کہ سب کے اُڑ گئے بس دیکھتے ہوش

ہوا تھا عشق کا اب ہی آزار / کہ پہچانی نجاتی تھی وہ بیمار
کیا تھا اُس طرف سے کنارہ / گریباں صبر کا تھا پارہ پارہ

جدھر تھا دھیان اُسکا اُس طرف تھا / کوئی آوے کوئی جاوے اُسے کیا
دو عالم سے کنارہ کرکے یکبار / رکھے تھا اور عالم سے سروکار

یہ سچ ہے عشق سے مبہوت جو ہو / خبر کسکی رہے اُس بے خبر کو
یہ حالت جب اُسکی جبکہ دیکھی / تو تدبیر کرنے لگے یہ جا پلوسی

نہ رو سیمیں نہ رو تیرے میں قرباں / کہو احوال تو اپنا پریشاں
بہانے سے اُٹھ کے چل اپنے مکاں میں / تجھے کیونکر سے بنتی ہے چلن میں

سنو جی اُسکی گر اُلفت زبانی / تو کیونکر وہ جو فرماتا تھا کہانی
دونوں ہی دل لگا سکتے ہیں تجھسے / نہیں ہو گر محبت اُسکو تجھسے

بہت تدبیر کی دل پھیرنے کی
یہی باتیں جلاتی ہیں مجھے اور
اگر سچ ہی جہاں کر چاہان مانے
میرا مت دھیان اودہر سے ترک دو
اٹھا کر گھر میں لے آئے بہ طور
یہی کہتی تھی مل مل دست افسوس
لگی تہی میں دیوانی کیوں اسکے باغ
کبھی رو رو کے آہیں سرد بھرنا
کسی سے سوز دل بتا نہ کہنا
فلک دیکھ کر تارے چمکتے
خیال اپنے کبھی دل میں یہ کر کے
نہ لگتی آنکھ تو کہتی یہ رو رو
نپٹ جینے سے دل اب تو گھبرا ہے
شتابی جان محزون تن سے جاوے
یہ آتش عشق کی بھڑکی تھی یہیں
پڑے تھی گھر میں اپنے لوٹ بیتاب
اسے آئے تھا سمجھانے کوئی گھر
کبھی گھبرا کے گر اٹھتی پریشان
کبھی گھبرا کے اٹھ کر وہاں سے چلتی
کبھی دو دو پہر آوارہ پھرتا
کبھی سر پیٹ لیتا گاہ روتا
پری کو ایک دیوانہ سا بنایا
غرہ بلوچوں کا جو ایک کاروان ہی

ودے ادہر سے وہ مونہہ پھیر بیٹھی
تسلی دل کو نہیں ہوتی کسی طور
تو ملتے ہیں کہاں تجھ سے پیارے
خدا کہیو اسے تم ہاں سے جاؤ
ہوئی آتے ہی بیتابی اسے اور
کہا کیوں مجھے یہاں لائے ہو بس
جو دلبر چرخ نے ایسا دیا داغ
کبھی کچھ ذکر دل ہی دل میں کرتا
برنگ شمع جلنا اور کہت
جگر پر اسکے انگارے دہکتے
جو لیٹے تھی وہ سر بالین پہ تھر کے
جو خواب آئے تو آدمی خوابیدہ
میری قسمت میں کیا مرنا نہیں ہے
کسی کی موت آ لگی مجھکو آوے
کہ پیدا تھی یہ سوزش ہر سخن میں
کسی گلشن میں جیوں شعلہ ہو بیتاب
تو رہتا تھا مونہہ اپنا سا لیکر
گریبان چاک کرتی تا بداماں
اٹھا کر خاک اپنے مونہہ سے ملتی
کبھی اٹھنا کبھی غش کھا کے گرنا
کبھی بیزار آپ اپنے سے ہونا
محبت نے عجب عالم دکھایا
کہ جسمیں ایک تھو نوجوان ہی

اور اپنی ماں سے رو رو یہ کہا پھیر
پری ان سب سے تو مت کر یہ تقریر
تمہاری بہنیں میں الگ ہونگی
سنی جب اسکی لوگوں نے یہ تقریر
بہا کر اشک خونین چشم تر سے
عجب عنوان سے کٹتی تھیں راتیں
کبھی تو بستر غم پر بلکنا
کٹے تھی اس طرح سے رات ساری

.. × × × × ..

نظر کرتی اگر تک جانب ماہ
کہ تک آ جائے آنکھوں میں اگر خواب
اندر کی تھی جو بیتابی سے ہر شب
کہا تک ایسے جینے سے خفا ہوں
کوئی دن اوسپہ گذشتا نہ ایسا
کسی سے سوز دل کہتی تھی جب وہ
زبس غم تھا سبھو تکے دلبر اسکا
جنون عشق جب ہوتا زیادہ
کبھی پھیلا کر دونوں پاؤں یکبار
غرض دشوار تھا آرام پانا
یہی بس پانچ چھ تھے اسکے ہمدرد
کبھی حیران ہو ایک سمت تکنا
کبھی جلتے جو دیکھے تھی کسیکو
جگر پر داغ میرے دیگیا وہ

کہیو مجھ سے یہ پھر خدا پھیر
یہ باتیں اور بھی کرتی ہیں دلگیر
تمنا ہوئی مکا کی جان دونگی
سخن سازی سے آخر کر کے تدبیر
اٹھی تھی وہ سر دیوار اودہر سے
کبھی چپ اور کبھی کرتی یہ باتیں
کبھی بالیں پر دے دے سر پٹکنا
سحر سے شام تک تھی اشکباری

.. × .. × .. × .. × ..

تو داغ ایک لیٹ جاتا دیر کو وہ
تو دیکھوں خواب میں اسکو میں بیتاب
تو گھبرا کر وہ کہتی تھی کہ یارب
کہیں جلدی سے پیوند زمیں ہوں
کہ ہو دلبر نہ داغ ایک مرحبا
تو جا کر خاک ہو جاتا تھا تب وہ
ہوا تھا خانہ ماتم گھر اسکا
نکل جانے کا کرتی تھی ارادہ
زمیں پر بیٹھ جاتی تھک کے ناچار
کبھی اٹھنا کبھی پھر بیٹھ جانا
ہم محنت قلق اندوہ غم درد
کبھی بیٹھے کچھ آپ ہی آپ بکنا
تو اوسکو گھیر کر کہتی بہ درد
متاع صبر و طاقت لیگیا وہ

پڑی پھرتی ہوں میں ناشاد اس بن
کروں ہوں جیوں جرس فریاد رن رن

گیا وہ چھوڑ یوں مجھ ناتواں کو
کہ جیسے نقش پا کو کارواں ہو

کبھی کہتی تو مجھکو بن بنا دو
پہنچ جاؤں میں کچھ اب بتا دو

نہ اسکا کچھ نشاں پاتی تو روتی
تڑپتی اور بلکتی جان کھوتی

زمیں پر جب کہ نومیدی گری تھی
تو پھر وہ ہوش میں مشکل سے آتی

کبھی کہتی نہ کچھ تیرے سے سرکار
کبھی پڑھتی یہ دردِ دل کے اشعار

جدائی کے کہاں تک دکھ بھروں میں
جل آتی نہیں اب کیا کروں میں

گیا تو چھوڑ کر کیدھر مجھے ہائے
کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں الٰہی تجھے ہائے

کہیں پاتی نہیں تیرا اب میں
نہیں پاتی کہیں تیرا نشاں میں

گیا تو چھوڑ مجھکو ہائے پینو
یہ کیا کر گیا تو ہائے پینو

ترے جانے سے مجھ میں کیا رہا ہے
رہا تھا جی سو لب پر آ رہا ہے

سبھی آوارہ کر کے ای پری رو
پھنسا کیا وہاں کسی کی زلف سے تو

کسی کی تجھکو کیا چتون خوش آئی
جو تو نے مجھ سے آنکھ ایسی چرائی

کُپ کسکا یہ دلبر قد و قامت
ہوئی برپا جو یہاں پر قیامت

تجھے کافر ادا کسکی خوش آئی
جو تو نے مجھ سے کی یوں کج ادائی

تبسم کسکا وہاں تجھکو خوش آیا
جو تو نے مجھکو یہاں ایسا رلایا

کسی سے کیا تیری ہوتی ہے شادی
جو مجھ غمناک کی سدھ بدھ بھلادی

پڑا کس لب شکر سے کام تجھکو
ہوئی جو زندگی یہاں تلخ مجھکو

یہ وحشت سے وہ کرتی تھی تکلم
کہ گھر میں لیگئی پھر اسکو مردم

غرض حالت جب اسکی ایسی دیکھی
تو سب نے بیٹھ کر یہ مشورت کی

کیا غمناک اب سب کو غم نے
اسے تو مفت مارا اس الم نے

کوئی تدبیر اب ایسی ہی کیجیے
ایسے ہیروں در جا ڈھونڈیے

سخن سازی سے یہ حیلہ بتایا
اور اسکو آن کر سب نے [illegible]

کہ اب سمجھے اگر تو اشکباری
ذرا کر صبر مت کر بیقراری

جدھر ہے تیرے چین کا ٹھکانا
ادھر کرتے ہیں ہم قاصد روانہ

یقیں ہے یہ خبر اسکی وہ لادیں
تو پھر بیاہ اسکو ہم جلدی بلالیں

بلاکر باندھ دیں ہم عقد تیرا
کہ تا غم کا نہ ہو پھر دل پہ پھیرا

تجھے خوش ہو کے یہ چھوڑ منگی ہے
سہاگ اسے ہے کہ دیکھیں ہم خوشی سے

تجھے اس حال سے دیکھے جو وہ ماہ
مبادا دلمیں آ جاوے اسکی اکراہ

یہ بہتر ہے کہ ہو گوشہ نشیں اب
نکلنا گھر سے کچھ اچھا نہیں اب

سنا جب وصل کا مژدہ اس آئیں
ہوئی باری کچھ اسکی دلکو تسکین

ہوئی گوشہ نشیں کر دل پرستی دھیان
کہ اب نکلیں گے سارے دل کے ارمان

سمجھتی تھی ابھی آس میں سود
خیالِ خام سے ہوتی تھی خوشنود

تصور باندھ کر کہتی تھی ہر دم
ملیں گے کوئی دن میں اب وہ اور ہم

مجھے اب شکل دکھلاتا ہی پینو
کوئی دم میں یہاں آتا ہے پینو

انھیں باتوں سے خوش کرتی تھی دلکو
ولیکن یہ نہ سمجھی تھی وہ گل رو

ستم یہ تھی کہ ہو گی کسی رنگ
دکھاوے گی محبت دریں رنگ

نہ آیا پھر بھی وہ تھا دل افروز
یونہیں بیت و لعل میں کٹ گئے روز

تو بحر عشق نے پھر جوش مارا
چلی صحرا کو کر سب سے کنارا

لگی آخر وہ کرنے اشکباری
ہوئی جیوں موج دلکو بیقراری

اسے جب کوئی سمجھانے کو آتا
تو یہ روتی کہ بس جی ڈوب جاتا

بہایا خون دل آنکھوں نے ایسا
کہ ہر سو بہ چلے لوہو کے دریا

کبھی چپ اور کبھی رو رو بلکھتی
اب ان موج سر دھنے پٹکتی

زبس ڈوبی تھی وہ دریائے غم میں
کچھ حالت رہی تھی اس صنم میں

یہ تھی اس حسن کی تن کو ناتوانی
کہ جب کی تھیں آنکھیں خونفشانی

بہا جاتا تھا اسکا یوں تنِ زار
بہا جیسے سیل دریا میں خس و خار

لگا غوطہ وہ بحر فکر میں آہ
لگا یہ سر ادھر کرتی تھی ناگاہ
کہوں کیا اسکا میں حال خراب آہ
وہ تھی بحر جہاں میں جیسے حباب آہ

نہ ایکدم سے زیادہ تن میں تھی جان
سو وہ دم بھی کوئی دم کا تھا مہمان
ہوئی آگے سے بھی وحشت زیادہ
چلی گھر سے نکل وہ پاپیادہ

یہ صورت دیکھکر اُس دلربا کی
عجب صورت تھی خویش و اقربا کی
کسی نے پھاڑ ڈالا تھا گریبان
کوئی سر پیٹتا تھا اور کوئی حیران

کوئی تو دست بستہ ہو کھڑی تھی
کوئی پاؤں پہ اسکی آ پڑی تھی
مصیبت سب پہ آگے آئی درپیش
نہ سمجھی پر نہ سمجھی وہ دل ریش

بیاباں کو گئی وہ جان برلب
اور اپنے ہاتھ ملتے رہ گئے سب
چلا کر خانۂ ناموس و عصمت
ہوئی آوارۂ دشت مصیبت

قدم اسکا جہاں پڑتا تھا یکبار
تو ہو جاتی تھی گویا نقش دیوار
نہ تھا آرام اسکو درد دل سے
یہ پڑھتی تھی غزل وہ درد دل سے

غزل

کہیں پیاتے ہیں کس سے ہم درد
کوئی ہمنشیں ہے یہاں نہ ہمدرد
دکھائے تو پتا وہ آہوے چشم
ابھی دل ہی میں ہے کرتا ہم درد

جو لکھ بھیجو تو کچھ آنے کو اپنے
ابھی مست جیسے ہے یکقلم درد
کہ ہے تاب و توان و صبر دیگر
دل و جاں کو جگر کو غم الم درد

نہیں اب آہ دم لینے کا مقدور
اٹھے ہے دلمیں پیا ہمدم درد
کوئی ہمدرد بھی اپنا نہیں ہائے
جو کہتی بیٹھکر ہم دو بہم درد

نہیں درد اور کچھ جسکی دوا ہو
ترا ہی دلمیں ہے تیری قسم درد
نہ جب تک تو دکھاویگا صورت
کسی صورت نہیں ہونیکا کم درد

نہ آیا تو میں لیجاؤنگی شاید
لئے ہستی سے تیرا تا عدم درد

نظم

کبھی کہتی تھی یہ کیسی تباہی
پڑی ہے میرے سر پر یا الٰہی
یوں ہی حیرت میں اپنی جان دونگی
کہ پھر بھی جیتے جی اُس سے ملونگی

بیاباں میں وہ تھی سرگرم وحشت
اُمنڈ آیا اُنہیں جوش محبت
پدر مادر جگر خستہ دل افگار
تجسس کرنے آئے دو دن اکبار

بہت کرنے لگے اسکی تسلی
ولے اسکا سمجھنا کچھ نہ تھا جی
انہوں نے جیوں جیوں اسکی لبری کی
ہوئی وحشت زیادہ اُس پری کی

نصیحت کی جو وہ کرتے تھے گفتار
تو اُنکی شکل سی ہوتی تھی بیزار
وہ جیوں جیوں اسکو کہتی تھی بزرگ تو
زیادہ اور بھی چلتے تھے آنسو

بہت اپنی سی تھی تو کر چلے پر
نہ سمجھی بات کچھ اُنکی وہ مضطر
رہی آخر وہ جب اپنی زبان تھام
نہ آیا پر نہ آیا اسکو آرام

سنا کہ اسمیں وہاں ایک شخص آیا
وہ گویا مرگ کا پیغام لایا
کہا مذکور یہ آتے ہی ناگاہ
کہ میں مسکن سے تیرے ہوں آگاہ

دیار سندھ میں ہے جلوہ گر وہ
ملا جو چلے سو جا تو اُدھر کو
تو بس وہ غم کش ہجران تھی آہ
مریض درد بیدرماں جو تھی آہ

[illegible] الیا سنتی ہی اُسکو
کسیکی جیسے دوبارہ زندگی کو
لگی ہونے وہ اسکے جا کے قربان
تصدق ہو کے کہتی تھی ہر آن

[illegible] بات یہ تو نے سنائی
[illegible] سے جیسے کہ تن میں جان آئی
نکیونکر تجھ پہ واروں جان جیسی
تیری مونہ کی گئی قربان ایسی

ملا تھا سندھ میں [illegible]
[illegible]
پدر مادر سے پھر کہنے لگی وہ
جو میری زیست ہے منظور تمکو

کرو جلدی یہ دانہ مجھکو یانسے
یہ تنگ آئی ہوں یاں میں جی جلانے

اگر کچھ اور نہیں لائی خرابی
تو پھر رخصت کرو مجھکو شتابی

مرے جینے کی صورت ہے اسی شکل
کہ یاں سے واں پہنچ جاؤں تو مشکل

میرا دل یہاں نہیں ہے میں رہوں کیا
چلا جاتا ہے جی اُدھر کروں کیا

کہاں تن میں سکت تاب و تواں ہے
جو کوئی سمجھے نہ یہ اُسکا گماں ہے

حقیقت جب کہی اُن جا [illegible]
تو پھر یہ مشورت ٹھہرائی سب نے

بہانہ مشکل ہے اسکو بہن آنا
بناچاری کرو اُودھر روانا

یہ کرکے مشورت پھر قصد کوناہ
کر اسکے چند کس آخر کو ہمراہ

یہ رو رو تیتے پھر آئے گھر کو
گئی وہ خورم و شاداں اُدھر کو

[illegible] بمشکل رخصت [illegible] ہونا
کہو کیا میں جیسے آتا ہے رونا

رفتن سسی [illegible]

وہ سرگرم رہ دشت تمنا تھی
اجل تھی وہ اپنے پاس قضا تھی

لئے آتش پہ خنجر کو یا ابتر تھی
طبیعت تھی جو پہر اُسکی اُدھر تھی

یہ کہتی تھی کہ اب جا کر ملونگی
گلے دیکھو تو میں کیا کیا کرونگی

کہونگی میں کچھ غم ضبط کرکے
تو یونہی کوئی دم صبر کرکے

کہونگی تو یہی پہلے کہونگی
کہ میرا کی نہایت تمسے ہونگی

[illegible] دل [illegible] نہ غفلت
اٹھائے بڑے تم بے مروت

ارے کوئی نہ یہ کی تم نے جیسی
محبت یہ جتائی تم نے کیسی

[illegible] دل گیا چھوٹ
وہ اظہار محبت تھا مگر جھوٹ

یہ ہیچ ہر دو کیا جب تھے یہاں [illegible]
نہیں لگی کسی کے بیوفا [illegible]

[illegible] دیوانہ بنایا
اور اپنا جا کسی سے دل لگایا

تو پہر پوچھینگے وہ کیا دیکھا نہیں
کہینگا یوں ہی اتنا گو ہمیں [illegible]

[illegible] نہ تھا نام
کہ جیسے مرغ تڑپے ہے تہ دام

سوا تیرے ہوں کسکا مبتلا میں
یہ جھوٹی [illegible]

ولیکن دل مرے [illegible] تیر [illegible]
خدا [illegible] شکر کیا ہے [illegible] دلشاد

مبدل عیش سے اب ٹھکو کیجے
جو کچھ گذرا سو گذرا جانے دیجے

ندامت ہے نہایت آپکی مجکو
جو آیندہ ہوا [illegible]

یہ کہکر آہ ملجاونگی پہر میں
نہ شکوہ تو نہ [illegible] پھر میں

[illegible] اور عیش [illegible] باہم
کرینگے دور دل سے کلفت غم

دلوں سے جاینگی تاب تب ہجر
کہ ہوگی صبح وصل اپنی شب ہجر

غم و اندوہ و الم جو کچھ ہے دل پر
[illegible] جاتے ہیں کئی دن کو دیکھ

گذر جاتے ہیں ایام جدائی
سحر ہوتی ہے آخر شام جدائی

نہ ذرہ تھا قرار اُسکو [illegible]
[illegible]

رسیدن سسی در شہر [illegible]

یہی تھی [illegible] اُسکو تو شہر راہ
کہ وہاں جا پہنچی وہ بیمار غم آہ

جہاں بزم طرب [illegible]
سرود عشرت شادی [illegible]

پہنچ اُس شہر میں ایسی خوشی کی
ہوئی جاتی ہے شادی گر سسی

تردد آئی جب جا وہ دیوانی
اُسی انگشت [illegible] تانی

خبر پنہو کو تا ہر دو نے معلوم
کہ آ پہنچی یہاں تک اپنی معصوم

[illegible]
[illegible] پیغام

رسیدن خبر شادی [illegible] سسی

یہ قصہ یہاں سے [illegible]
[illegible]

[illegible]
مقرر آج ہے پنہو کی شادی

یہاں ہے اسکی ہم قوم ایک پیر زاد | سراپا ہے وہ ایک حسن خداداد | سنا یہ جب اکثر کی زبانی | نہیں اس ملک میں کوئی اسکا ثانی
اگر دیکھو تو سرتاپا ہے محبوب | قیامت قامت خوش اندام خوش اسلوب | جو ہیں یہ بات انکے کان پہنچی | تو گھبرا کر لبوں پر جان پہنچی
وہ باتیں راہ کی کر یاد افسوس | ہوا اپنی زندگی سے ہو مایوس | ایک ایسی آہ کھینچی پیر دہر ہاتھ | کہ بس جی چل بسا ایک آہ کے ساتھ
ہوا ایسا کہ جو اس نے دم نہ پر کیا | بہت لوگوں نے دست و پا کو دیکھا | کہیں اسمیں ولیکن دم نہ پایا | تو رو رو کر قیامت غل مچایا
سب اسکے گرد تھے نالان و دلگیر | پڑی تھی بیچ میں وہ شکل تصویر

ہلاک شدن پنو

ہوا اس کشتۂ غم کا تو یہ حال | عزیزو کیا کہوں اب اسکا احوال | وہ پنو جو پہنچی تھی نشانی | تو گویا تھی بلائے ناگہانی
اجل نے اسکو دی جنبش جو ہیہات | اٹھا گھر سے وہیں بہر ملاقات | وہ تھا سرگرم رہ اس گفتگو کی | ملونگا جا کے اب اس ماہرو سے
ولیکن جب قضا نزدیک لائی | تو کانوں میں صدائے نوحہ آئی | غرض پہنچا وہاں طے کرکے جب راہ | تو آتے ہی یہ دیکھا ماجرا آہ
کہ ہے بیدم پڑی وہ غیرت حور | کھڑے ہیں گرد نوحہ ایک جمہور | کہے کیا تھا ندامت سے وہ خاموش | ہوا حیران و ششدر اڑ گئے ہوش
کسی نے جب یہ بات اسکو سنا دی | کہ تنگیں یہ ہوئی سن میری شادی | قلق ایسا ہوا اک بار اسکو | کہ دم لینا بھی تھا دشوار اسکو
پٹکتا سر کو دھر اسکے قدم پر | لگا قربان ہونے اس صنم پر | کبھی وہ اٹھ کے اسکے گرد پھرتا | کبھو پھر آن کے قدموں پہ گرتا
کبھی تھا نوحہ گر با دیدۂ تر | کبھی تو پیٹتا تھا سینہ و سر | کبھی کہتا تھا وہ رو رو کے یہ بات | نہ دیکھی تک بھی میری ارے ہیہات
ہزار افسوس کہ یہ کیا خرابی | کوئی ایسی بھی کرتا ہے شتابی | ذرا بھی جیتے جی بیٹھے نہ ملکے | رہے دل ہی میں ارمان دل کے
ہوا خاموش پڑھ کر نوحہ گر آہ | کہوں کیا بات قصہ مختصر آہ | یہ تڑپا آہ کر اسکا گیا جی | فدائے جان جاناں ہو گیا جی
ہوئے خرم یہ باہم عشق کرکے | وصال انکا ہوا ہے آہ مر کے | یہ دونوں نے کبھی آپس میں کچھ بات | رہی موقوف محشر پر ملاقات
وہ معروف طرب تھی زر کی پوشش | کہ عشرت سے تھی جو سنت پوشش | سنا جو یہ بروز کتخدائی | کہ جا کر جان پنو نے گنوائی
کیا غم نے اسے ایسا ہی بیکل | کہ وہ شادی ہوئی غم سے مبدل | غرض پہلے تو کچھ یہ سوچ کرکے | رہی خاموش سر زانو پہ دھر کے
پھر ایسی کھینچی دل سے آہ پر درد | کہ بس مرنا بپا وہ ہو گئی سرد | محبت کے جو کچھ سمجھی وہ عنوان | فدا کی عاشقوں پر اسنے بھی جان
یکایک گھر میں واویلا پڑا ہائے | ہوا ایسا کہ گھر ماتم سرا ہے | جو وہاں گاتے تھے شادی کے ترانے | لگے وہ بین کی باتیں سنانے
فلک نے کیا کہو کیا رنگ بدلا | ہزار افسوس ہے کر نیکے ہے جا | وہ تیاری تھی نہلانے پیرہن کی | لگی تدبیر میں گور و کفن کی
کچھ ایسی سے جو دی کبھی بات | ہوئے دونو نے ان عزت شیوں میں ملاقات | کیونکر غم ہو آگئے داستان | گئے حسرت بھرے سب جہاں سے
غرض ہم ہیں محبت کے دیوانے | لگایا جسنے ہو سکو ٹھکانے | خبر اس واقعہ کی آہ سنکر | ہوا تھا شہر میں آشوب محشر

وہ اُن کی نوجوانی اور وہ صورت
محبت ہے محبت کا یہ اسلوب
سو کہے نظم یہ کارِ محبت
توقع ہے کہ جو اہل نظر ہو

کہ دیکھو تو ہر اک تیا ما طلعت
نہ طالب اسکا جیتا ہے نہ مطلوب
رکھا نام اسکا اسرارِ محبت
محبت سے کرے اسپر نظر دو

محبت زور کچھ ہے جسنے ناگاہ
محبت ہی بڑی ہے ایک آفت
محبت صدمہ محشر کی آفت
کہی تاریخ اسکی یہ صنعت

ملادیں خاک میں دو صورتیں آہ
محبت نے کیا لاکھوں کو غارت
محبت ہی سے ہو جاتی قیامت
عجب قصہ ہے اسرار محبت

غزلیات محبت

گر گذشتے من از برے داشتے — یار بگویم گذرے داشتے
رفتے و پروانہ رویش شدے — شمع اگر بال و پرے داشتے
آنکہ جہاں را بہ نگہ زندہ کرد — کاش بما ہم نظرے داشتے
گر رخت از پردہ بروں آمدے — شام محبت سحرے داشتے

ہوتے شیر دستے دیں کیا کڑوی کڑوی گالیاں — ہمنے جوں شہد و شکر کس کس مزے سے کھا لیاں
صادق کھلی ہی ہے اسدم ان لبوں کی کیفیت — جب نظر آتی ہیں وہ آنکھڑیاں متوالیاں
یہ نہیں شمس و قمر جو تجھپہ ہوتے ہیں نثار — آسماں لایا ہی بھر کر سیم و زر کی تھالیاں
تک دکھا دے چاند سا مکھڑا کہ فرقت میں ترے — مارڈالیں ہیں محبت کو یہ راتیں کالیاں

جسکو تری آنکھوں سے سروکار رہیگا — بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہیگا
گردش میں رہا یوہیں جو اس چشم کا ساغر — کاہیکو جہاں میں کوئی ہشیار رہیگا
کاکل میں پھنسیگا جو ہوا زلف سے آزاد — افسوس یہ دل یوہیں گرفتار رہیگا
دیدار محبت کو دکھا نزع میں ورنہ — تا حشر یوہیں طالب دیدار رہیگا

کہتی ہیں دونوں آنکھیں تری اے صنم بہم — جینا کسیکو چھوڑینگے کب ہوکے ہم بہم
گردش میں چشم یار کی ہے سید جہاں — اب تو جام تجھکو بھی پہونچا نہ جم بہم
میں نے کہا کہ لفظ مرادف ہے یہ بیشتر — اشفاق مہربانی و لطف و کرم بہم
سنتے ہی ایکبار خفا ہوکے کہا غلط — ہیں ایک ظلم و جور و جفا و ستم بہم
جیسی غزل کہی ہے محبت نے چاہیئے — پہونچیں کسیکو ایسے مضامین کم بہم

مذکور جو مجلس میں ہو، وہ دشمن کسیکا — سنتے ہی ٹھکانے نہ رہا ہوش کسیکا

فتنہ گر تونے جو تک ہمسے چھپائیں آنکھیں — ایسے ہم روئے کہ آشوب کر آئیں آنکھیں

آپ کچھ غیروں کو چھپ چھپکے رقم کرتے ہیں — یہ جو ہو جھوٹ تو ہم ہاتھ قلم کرتے ہیں

فقط

مثنوی طلعۃ الشمس

… لکھنوی شاگرد ملک الشعرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یارب ترے انس و جن ہیں سب میں
ہر انس کی جیسے ساری سب میں

ہر نخل میں گل ہے گل میں بو ہے
ہر بو میں جو لطف ہے وہ تو ہے

تو چشمۂ چشم انس و جاں ہے
چشمہ ترے فیض کا رواں ہے

غائب قدرت سے تیری موجود
نابود ہو بود بود نابود

چھوٹا ہو بڑا بلند ہو پست
ہو ہست سے نیست نیست سے ہست

گویا ہیں لب ملاء اعلیٰ
سبحانک شانہ تعالیٰ

پانچوں ہیں یہ تیرے پنجۂ ید
رہبر حسنین حیدر احمد

آیات وظیفۂ زمانہ
رکعات نماز پنجگانہ

تو مغز ہے یہ حواس خمسہ
یہ دانۂ سبحہ تو ہے شمسہ

یہ ہیں سبب بقائے ہر جسم
روح و جان و دل و جگر جسم

مناجات

مولا مجھے تیز و تازہ دم کر
جولان مرا مشکی قلم کر

بجلی کو ڈپٹ ڈپٹ کے روندے
کوندے کو ڈپٹ ڈپٹ کے روندے

دریا کی طرح یہ موج مارے
آہو بنکر بھرے طرارے

چمکے تو اڑائے شرار کی طرح
تڑپے دل بیقرار کی طرح

سیاح زمین و آسماں ہو
شبدیز صبا کا ہمعناں ہو

مثل دم تیغ دم میں مر جائے
پارا سا یہ آگ ہو کے اڑ جائے

بو ہو کے یہ ہر چمن سے نکلے
صرصر بنجائے سن سے نکلے

کچلے سر آسماں قدم سے
اوجھڑ میں رہے نسیم ہم سے

تیزی میں ہو مثل نشۂ مل
اڑنے میں برنگ نکہت گل

بازی ملے اسکو علم و فن کی
گھوڑ دوڑ ہو یہ جیسے سخن کی

زور پر پرواز اسمیں بھر دے
بال عنقا ہما کے پر دے

ہو جوش پہ طبع کی روانی
زخار ہو قلزم معانی

طغیانی لجۂ سخن ہو
دریا یہ حباب طعنہ زن ہو

نیزے کا کرے نے قلم کام
جوہر دکھلائے مثل صمصام

شمشیر کلام تیز تر ہو
شکل قد یار باڑھ پر ہو

ہوں حرف گواہ لاجوابی
ہر دائرہ برج آفتابی

ہر نقطہ ہو خال مہ جبیناں
یا مردم دیدۂ حسیناں

شنجرف سی سرخی شفق ہو
جلوہ گہ شمس ہر ورق ہو

طبیعت کیطرف خطاب

اے شوخی طبع رنگ دکھلا
جوبن بنکر امنگ دکھلا

منقار اے بلبل زباں کھول
اے طوطی ناطقہ شکر گھول

اے بدر سخن کمال دکھلا
یوسف بنکر جمال دکھلا

عنقائے خیال کھول بازو
بہر پرواز تول بازو

دریا بنکر خروش دکھلا
لہرا لہرا کے جوش دکھلا

اے موجۂ فکر دل کھا زور
تا قلزم شور میں مچے شور

سیلاب میں آئیں زیر و بالا
گرداب بنے قمر کا ہالا

دکھلا اٹھکیلیاں گھڑی بھر
مانندِ غزال چوکڑی بھر

اے خامہ وہ اب دکھا روانی
خجلت سے ہو بحر پانی پانی

لہرا دریا کی موج بنکر
بڑھ آگے نشانِ فوج بنکر

چل معرکۂ سخن میں تن کے
جوہر دکھلا دے بانکپن کے

رعشہ تنِ آسماں میں پڑ جائے
جھنڈا ترا لامکاں پہ گڑ جائے

بس بس تا کے یہ لن ترانی
کب تک یہ تعلّی زبانی

ساقی سے شتاب جام مے مانگ
جسکی تجھے تاک ہے وہ شے مانگ

ساقی دریا دلی عیاں کر
کشتیِ شراب کو رواں کر

جوش اسمیں ہو موج آب کیطرح
تیرے بطِ مے حباب کیطرح

آغاز داستان

دریا نوشوں کو جام کیا
پیمانہ سُرخ فام کیا

منہ سے مرے خم کو تو لگا دے
ہونٹھوں سے لب سبو لگا دے

صیدِ مضمون ہیں دلکے اسمیں
بکھرے ہوئے شیر ہیں قفس میں

نعرے جھنجھلا کے کر زمیں تک
گرجیں تو پڑے گا زمیں تک

دے جام کہ انکے کھولدوں بند
لکھوں میں فسانۂ خوش آیند

تھا ملکِ سبا میں اک شہنشاہ
رشکِ خرشید و غیرتِ ماہ

جرأت میں اسد تو زور میں پیل
ذی علم و سخن سراسر جلیل

سرمایۂ فیض و صاحبِ داد
داد و دہش اسمیں تھی خداداد

بخشے تھے خدا نے چار جوہر
قسمت تدبیر دبدبہ فر

مثلِ عنصر یہ ضم تھے چاروں
خلطوں کیطرح بہم تھے چاروں

نور و زر و عقل و علم و فن تھے
مانندِ حواسِ اہلِ تن تھے

شب گردی پاسبانی خلق
دلجوئی و میہمانی خلق

شکرِ حق و شیوۂ صبوری
گویا تھے یہ سنّۂ ضروری

اقبال و جلال و ہمت و عزم
چار آئینہ تن کے تھے دمِ رزم

سلطان کا جو فیض چار سو تھا
ہر چیز میں عالمِ نمو تھا

کھلتا تھا نہال شمع کا گُل
پروانے پہ تھا گمان بلبل

مثلِ پرِ ناوکِ شرربار
تھے زاغ کماں کے پر نمودار

پیدا ہوا نخل تیغ میں پھل
شاخِ آہو میں نکلی کونپل

غراتا تھا مثلِ شیر توڑا
سرپٹ تھا دواں فلک کا گھوڑا

دیکھی جب اُسکی درفشانی
نیساں ہوا گلکے پانی پانی

رہ رہ گئی دلمیں سیپ کٹ کے
دریا قطرہ بنا سمٹ کے

اللہ رے بحرِ عدل کا جوش
ماہی سے نہنگ تھا ہم آغوش

نگلے کسی مرغ کو جو ناکا
دیتے تھے شہپر فنا کا ناکا

ہر گرگ تھا گوسپند سے زیر
رہتے تھے ہرن پلنگ و شیر

بچوں کی طرح ہر اک غزالا
آغوش میں شیرنی نے پالا

باز آئے ستم سے جرّہ و باز
بجری تھی کبوتروں کی ہمباز

ظلم و تکلیف و بدعت و قہر
سب تھے بیروں حلقۂ شہر

آباد تھے حفظ و امن و آرام
آسایش و عیش و عشرت عام

تھا پیشِ نظر جو عدل کا باب
حرفوں پہ نہ زیر کے تھے اعراب

مطبوع جو تھی بجان و دل فتح
لفظ بالکسر بھی تھا بالفتح

دریا کے رواں بڑھی جو حد سے
یا ہو مد و جزر شد و مد سے

زنجیرِ قدم ہو موجۂ آب
طوقِ گردن ہو طوقِ گرداب

گر آئینہ حباب توڑے
اپنے دل کے پھپولے پھوڑے

سنبھلے نہ موج کا بگڑ جائے
ہر سر کا طمانچہ ترسے پڑ جائے

حاصل تھا کمال فن و رزن میں
یکتائی جہاں تھا بانکپن میں

گینڈے کی کمر دبا کے توڑے
شیریں کی کلائیاں مروڑے

میدان میں اگر وہ صف آرا
محشر کرے دم میں آشکارا

تیغ اسکی غضب شرر فشاں تھی
دشمن کو بلائے جانستاں تھی

جوہر تھے یہ پانچ اسمیں باہم
آب و تاب و دم و خم و چم

چلنے میں وہ ہر قدم لچکتی
مثل کمر صنم لچکتی

رن میں جو برستی وہ خونبار
موج ہو خون کا بحر ذخار

کاٹے وہ میان زر نگہ خود
باہر چار آئینہ زرہ خود

کاٹے سر و دوش و سینہ و ناف
اک دم میں کرے وہ صف کی صف صاف

ہر عضو کو ہر جگہ کو کاٹے
ڈورا تار نگہ کو کاٹے

ہر سو وہ رواں تھی بو کی صورت
رگ رگ میں رواں لہو کی صورت

معشوقہ تھی نازنین لچک میں
[illegible] میں بل میں چمک دمک میں

مانند بلائے زلف خمدار
نازل ہوئی جسکے سر پہ یکبار

گویا صبح قیامت آئی
تاریکی شام شامت آئی

رن سے ادھر آئی سن سے نکلی
خون چاٹ کے عضو تن سے نکلی

بازو کو بغل کو سر کو کاٹا
سینہ کاٹا جگر کو کاٹا

وہ سپر جو پناہ خود میں تھی
جھپکی نہ پلک کہ دو میں تھے

اکثر پہ نکل گیا تھا سر سے
سر کٹ کے گرے [illegible] دھڑ سے

بل کرتی ہوئی جدھر نکل جائے
دشمن پہ اجل کا ہاتھ چل جائے

اک دن وہ پئے شکار نکلا
گھر سے سو مرغزار نکلا

گھوڑے پہ تھا یوں بصد تجمل
جسطرح صبا پہ نکہت گل

تعریف فرس میں دنگ ہے عقل
خوبی ہے وسیع تنگ ہے عقل

طاؤس سبک خرام طناز
خوش قامت و بر قدم قدم باز

چستی تھی ہر ایک جزو تن میں
پھرتی تھی بھری ہوئی بدن میں

معشوقوں کیطرح تند خو تھا
عنبر تھی گو نہیں یا لہو سا

تھا موج نسیم صبح یا بو
افسوں تھا کہ سحر تھا کہ جادو

ظاہر کبھی چشم سے نہاں تھا
دھوکھا تھا قیاس تھا گماں تھا

چلتا تھا وہ خوش خرام جب جھٹ
دلکی قدم اور پوئیہ سرپٹ

آہو سے تھا بڑھ کے ہر قدم میں
کھیلی میں چوکڑی میں رم میں

مثل فرس بساط شطرنج
چلتا تھا وہ چال [illegible] پیچ

ہو گرم رواں جو وہ جہاں گرد
سر تک لیے صبا نہ پا سکے گرد

جولانی و زرق برق میں سوق
ہر عضو کو دعوئے انا الشرق

عنقا تھا ہما سے برتری تھا
افسوں تھا چھلاوہ تھا پری تھا

اڑنے میں فرنگ کا غبارا
کافور کہ آگ پر کا پارا

جھکنے میں کمان چلنے میں تیر
بل کرنے میں گیسو گرہ گیر

اڑ جائے وہ رخ کے رنگ کیطرح
موڑ دو توڑے پتنگ کیطرح

بجلی کیطرح اگر چمک جائے
چونک اٹھے فلک پلک جھپک جائے

سورج کو قمر کو ہو چکا چوند
کوندے کی نظر کو ہو چکا چوند

حیران ہوں کیا فرس کو کہیئے
تھی پاؤں کی ریل تھے پہیے

سیر گردوں کو برق وش تھا
دریائی سفر کو دود کش تھا

گردش میں تھا چرخ کا ہنڈولا
پھیرو بگا وہ تھا اڑن کھٹولا

دنبالہ چشم یار تھی دم
قرص خورشید حلقہ سم

تھی لعل نشان ارض بندی
لمحے جنکو ہلال نعلبندی

پہونچا اک مرغزار میں وہ
پائے فکر شکار میں وہ

شجروں کا وہاں عجب سماں تھا
ہر مرغ [illegible] کو مرغ جاں تھا

[illegible] کہ ابر شامیانے
شبنم تھی کہ موتیوں کے دانے

سبزہ فرشِ زمردین تھا
گلگونہ عارضِ زمین تھا

صحرا میں تھا لالہ زار کا لطف
کہسار میں آبشار کا لطف

کوئل قمری چکور بلبل
شکرے طاؤس کرتے تھے غل

مصروفِ شکار تھا وہ گلفام
شکرے کے سیکڑوں تھے دام

پاڑھے چیتل ہرن چکارے
گرگ و اسد و پلنگ مارے

دیکھے دو سانپ بر سرِ جنگ
ایک انمیں سفید اک سیہ رنگ

کافور وہ تھا تو یہ تھا فلفل
یہ زلف وہ رخ یہ حق وہ باطل

الجھے تھے بہ رنگ زلفِ طرار
آپس میں گتھے تھے صورتِ تار

دھر دھر کے بدن جھنجھوڑتے تھے
پیچے کیطرح مروڑتے تھے

سرخ آنکھیں ولعل کی دلائے
پھنکار سے اڑتے تھے شرارے

شل جبکہ ہوا سفید لڑکر
کھینچا کالے نے دم پکڑ کر

نکلا اسے دم سے تا بگردن
پنہاں ہوئی شمع زیرِ دامن

غالب ہوا کفر عاجز اسلام
چھائی تھی سحر پہ ظلمتِ شام

اژدر کے شکم میں آگیا سانپ
یا کیچلی میں سما گیا سانپ

پر اس تشبیہ میں یہی بل
ہوتی ہی کہاں سیاہ کیچل

ایک اور مثال ہاتھ آئی
شمشیر نیام میں سمائی

دم تھا کہ سما گیا دہن میں
سورج تھا کہ آگیا گہن میں

بارے گھبرا کے شور کر کے
نکلا وہ تڑپ کے زور کر کے

جی چھوڑ کے چوٹ کھا کے بھاگا
بیساختہ دم دبا کے بھاگا

آیا نزدیکِ شہ جھپٹ کے
زنجیرِ قدم بنا لپٹ کے

قدموں سے لگا حنا کی صورت
لپٹا خطِ نقشِ پا کی صورت

سلطان سمجھا کہ ہے یہ ناچار
دستِ اژدر سے کھا چکا مار

پتھر اک کھینچ کر جو مارا
کالا سوئے عدم سدھارا

وہ مارِ سفید بھی ہوا گم
جسطرح نظر سے نورِ مردم

کچھ دیر میں اک جوان دانا
آیا پیشِ شہِ توانا

خوشخو خوش گفتگو خوش آواز
خوشرو خوش قاعدہ خوش انداز

کی عرض کہ اے شہِ فلک جاہ
احسان کیا جزاکم اللہ

حضرت نے بچائی جان میری
مداح ہو گیا زبان میری

دولت جان آبرو حکومت
سب بچ گئے آپ کی بدولت

خدمت میں ہوں گو کہ ایستادہ
لیکن ہوں جنوں کا شاہزادہ

وہ مارِ سیہ جو تند خو تھا
میدان میں مجھسے جنگجو تھا

میرا حبشی غلام تھا وہ
بدبخت و نمک حرام تھا وہ

خواہر پہ مری نگاہِ بد تھی
خواہش تھی عقد ہو یہ کد تھی

کاوش تھی اسے پدر سے میرے
اک بغض تھا سارے گھر سے میرے

موقع جو ملا تو یہ کیا قہر
مارا مرے باپ کو دیا زہر

حضرت ہوئے جب ارم کو راہی
بخشی مجھے حق نے بادشاہی

اس روز سے میری گھات میں تھا
بدخواہ یہ بات بات میں تھا

دو مرتبہ وار کر چکا یہ
تدبیریں ہزار کر چکا یہ

آج اسنے فریب سے دیا دم
کھیلیں بن میں شکار باہم

پہونچے اس دشت میں جو چل کے
پھرنے لگے صورتیں بدل کے

پھر ٹھہری کہ سانپ بنکے لہرائیں
پیچ آسا گرد بن کے لہرائیں

کچھ فکر نہ کی نہ دیکھا بھالا
میں سانپ اجلا بنا وہ کالا

لپٹا وہ رگِ بدن کی صورت
نکلا مجھے اسنے من کی صورت

جان آپنے اس گھڑی نکالی
دستِ ظالم سے دی رہائی

احسان ہے آپکا کرم ہے
بارِ منت سے پشت خم ہے

چلیے مرے ساتھ تا یگانہ
روشن ہو قدم سے کفش خانہ

دعوت ہیں نقش ہاں کہ ہیں آپ — اپنا مجھے میزبان کرو آپ

بولادہ شہنشہ نکو ذات — کافی ہے یہ باہمی ملاقات

احسان کیسا یہ بات کیسی — تکلیف تکلفات کیسی

بولادہ کہ ہاں یہ سب بجا ہے — خاطر شکنی تمہاری روا ہے

دلجوئی کا مرتبہ ہے بڑھکر — خاطر داری ہے حج اکبر

شتاب آپ کد نہ کیجئے — دعوت کا پیام رد نہ کیجئے

پرستان میں سراحیل کا جانا اور شاہجن کی بیٹی بجانہ کو بیاہ لانا

امرار بڑھا جو آخر کار — ساتھ اسکے چلا وہ چار ناچار

لے ساقی مہرباں کدھر ہے — رتبہ ونکی ہے کچھ تجھے خبر ہے

آجلد کہ منتظر ہوں کب کا — مشتاق ہوں دختر عنب کا

سستی ہے خمار کا اثر ہے — استعفا سستی ہے دردسر

دے جام شراب ناب دوچار — دو رنگ کا بادہ دے انار

حاصل خوشی کا پھل دے وہ پھول — خاطر کا کھلے کنول دے وہ پھول

گر ہو جام بنگ دیجے — معشوقہ سبزہ رنگ دیجے

نظروں میں ہو زرد کے مضامین — سوجھیں مجھے زرد کے مضامین

جو نشے ہو ہری ہری نظر آئے — طوطی کبک دری نظر آئے

صورت دکھلا خوش بیانی — دل پر کھنچے نقش معانی

چہرے پہ آنکھوں کے شیشے پر آئے — مثل تصویر عکس اتر آئے

ہے کس خمور گل کی آمد — یا شاہد فصل گل کی آمد

آراستگی ہے کیوں چمن میں — پیراستگی ہے انجمن میں

گلدستہ گل مہک رہے ہیں — مرغان چمن چہک رہے ہیں

کیونکر نہ رخ زمیں کو ہو ناز — سبزے کی روش ہے سبزہ آغاز

مطلوب نہیں صحن میں خس و پر — جاروب کش چمن ہے صرصر

شبنم کرتی ہے آب پاشی — گل ہیں محو گلاب پاشی

سقائے سپہر جوش پر ہے — شکنیزہ ابر دوش پر ہے

ہر پھول سنگار کر رہا ہے — ہر نخل نکھار کر رہا ہے

بلبل کی زبان پہ ہے ترانہ — بدلی کا کچا ہے شامیانہ

جو پھول ہے کھلکھلا رہا ہے — جو غنچہ ہے مسکرا رہا ہے

بھیگیں ہیں میں کہ تر زمیں ہے — سبزہ خط عارض حسیں ہے

سنبل ہے خوشی کے ذکر میں ہے — کنگھی چوٹی کی فکر میں ہے

مسی سوسن لگا رہی ہے — نہر آئینہ دکھا رہی ہے

مہندی ہے کھڑی قطار باندھے — صف ہے لب جویبار باندھے

شمشاد عصا لئے کھڑا ہے — خم پشت ادب کئے کھڑا ہے

دلکو ہوا عقل سے یہ معلوم — مہمان کے داخلے کی ہے دھوم

بارے مع شاہ وہ پریزاد — داخل ہوا گھر میں خرم و شاد

تخت زریں پہ شاہ بیٹھا — شہزادہ کج کلاہ بیٹھا

تھا دونوں کے رخ پہ عظمت و آب — لاریب تھے آفتاب و مہتاب

نعمت خانے میں بیڑہ آئے — خدام نے ہاتھ منہ دھلائے

پر دیں سے سلفچی تھی مشابہ — مہتاب بنا تھا آفتابہ

خاصہ جو چنا گیا سراسر — بو باس سے مغز ہو گیا تر

کھانے تھے نفیس تازہ و خوب — شیریں نمکیں لذیذ مرغوب

ہر شے کا مزا لطیف و اعلا — ہر چیز کا ذائقہ نرالا

دو نقوع شراب آیا — چکر میں آفتاب آیا

بزم عشرت بھری بھری تھی — صہبا تھی کہ شیشے میں پری تھی

تھے دور کو گردش زمانہ
یا گردش چشم جادوانہ

مستی سے شراب جھومتی تھی
ہنس کر لب جام چومتے تھے

چھیڑا یہ رقاصوں نے اور ساز
بیٹھی وہ تنین شریلی آواز

واقف تھا ہر ایک پیر ہم سے
الحان سے لے سے تال سم سے

گانا تھا وہ دلکش زمانہ
لب پہ تھی غزل ترانہ

حسن ناز سے توڑتی تھی سرمہ
دل توڑ مروڑ دیتے تھے وہ

ہر تان پہ تان سین قربان
جو ہوا باولا پریشان

فرصت گت ناچ کر جو پائی
رقاصہ نے اک غزل یہ گائی

غزل

مشاطہ سے کہتی ہیں وہ ہنس کے
محرم کے بند باندھ کس کے

مژگاں پہ ہے اشک سحر کا او
پردے میں وہ شبنم پڑے ہیں جیسے

ہونا زلفوں کی چلن سے شوخ
تو ہیں بنیں آئینے قفس کے

تڑپا کرو فصل گل ہیں
در کھولے ہیں باغباں نے

آئے نہ سمائے نا خدا ترس
کب تک ہو دل ترس ترس کے

مار دل گئیں جیا شب وصل
کھلا گئے ہیں دل

سینے پہ × × × × × ×
محرم شبنم کی بوندیں ہیں کے

چہرہ کیوں تو نچے چکے بال
بد کیا کھلی ہی

سینہ ہی سنار عشقبازاں
ہیں تار چڑھے ہوئے نفس کے

جعد مشکیں کو کھول ڈالا
مشکیں بنا ندھو ہوا کی

کہتے ہیں یہ شیر کے وہ ہیں بار
چھوٹا کوئی زلف میں بھی پھنس کے

برخاست ہوئی وہ بزم بابے
ریات نشاط گھر سدھارے

شہزادے کی خواہر گل اندام
ریحانہ سپہر عزو اکرام

غرفے میں کھڑی ہوئی تھی بے
یا جو کھٹے میں جڑی تھی تصویر

زینت چاردہ جوان سال
جوبن کا ابھار چودہواں سال

وہ نور کرم کی آنکھ جھپکے
زاہد دیکھے تو رال ٹپکے

سراپا

بس کھینچ کے نقشۂ سراپا
نقاش نظر نے دیکھا پایا

قامت ہے آہ عاشقاں ہے
یا آمد حشر کا نشاں ہے

الفت کا الف وہ قد ہی گویا
لئے برکت کی مد ہے گویا

تعظیم کو اٹھتے سرو قد سرو
قمری ہے اسکا تا ابد سرو

شمشاد قدم پکڑ کے رہ جائے
خجلت سے زمین میں گڑ کر رہ جائے

جنجال ہی پیچ زلف یا جال
یا ماہی دل کو ہے مہا جال

ڈورا ہے چشم تک ہے زلف
جالا مگس نظر کا ہے زلف

زلف ابجد لوح حسن کا لام
جوڑا نہیں فوج کا بندہ لام

دل مانگنے میں وہ مانگ ہے زرد
دیکھے تو ہو نگ کہکشاں زرد

بحر ظلمت کی دھار کہئے
خط نصف النہار کہئے

کلک دو زباں صفت ہیں کر
وصف رخ و زلف نہ رقم کر

زلف ابر سیاہ ہی تو رخ بدر
یہ عید کا دن وہ لیلۃ القدر

یہ ظلمت کفر ہے وہ اسلام
یہ رات وہ دن یہ صبح وہ شام

یہ دل ہی تو وہ سیاہی دل
یہ گل ہی تو وہ چراغ محفل

یہ چشمہ خضر ہے وہ ظلمات
یہ ہجر کا دن وہ وصل کی رات

یہ کافر زشت خو وہ دیندار
یہ من ہے وہ افعی سیہ کار

یہ آگ وہ آگ کا دھواں ہے
یہ دھوپ وہ سایہ بیگماں ہے

یہ تاریکی ہے وہ اجالا
یہ سنبل باغ ہے وہ لالا

تفسیر جو وہ تو یہ ہے قرآن
یہ ظلمت ہے وہ جلوۂ نور
کوندا ہر رخسار ہیں جبین فن
بس فرق یہ پیش ممتحن ہے
اس طاق کا ہی نہیں کہ جفت
گردیدہ کو مست بحر ملی ہے
نوک خنجر ہے نوک مژگاں
نیرنگ کہ حب کا اسم کہئے
پیدا جنوں سے سحر و اعجاز
دنبالہ چشم سحر سا ہی
نرگس سے نکل پڑا ہی یہ تیر
ٹیکا چشم سیاہ ابرو
آنکھیں دونوں کٹوریاں ہیں
حسن خوبی کی ناک ہے ناک
کیا ناک ہیں وہ خوشنما کل
قاف قدرت پہ جزو کل
بالا مہتاب کا ہے ہالا
سو ولسے ہو ماہ عید بندہ
بنوں سے بھری جو بالیاں ہیں
کیونکر کہوں مہ کہ لاالبلاغ
باب صفت دہن جو کھولوں
ہیچ مہر شرف دہن ہے
مضمون ہوں کیا نئے قلم بند

یہ خانۂ حق وہ کافرستان
یہ مشک تتار ہے وہ کافور
یہ شرق ہی اور وہ نیر شرق
یہ نور کا ترکا ہی وہ دن ہی
ہی جفت تو ابرو گر جفت
ابرو محرابدار ملی ہے
کہیے اسے نشتر رگ جاں
جادو افسوں طلسم کہئے
غمزہ عشوہ چمک ادا ناز
دست بیمار میں عصا ہے
یا میاں سے نکلی نوک شمشیر
کانٹا ہی کہ حسن کی ترازو
تار نظر اسکی ڈوریاں ہیں
کہ شعاع تابناک ہے ناک
مشاطہ نے حسن کو دیا کیل
ہی غاشے جسکا قاف تک غل
بجلی سے چمکے کمک میں بالا
جسکا ہو زر خرید بندہ
ہیں لونگ کی بھری وہ ڈالیاں ہیں
اسمیں دہا ہی آہنی سے داغ
پہلے کوثر میں منہ کو دھو لوں
موتی دندان تقصد دہن ہے
ہی ناطقہ نے قلم بند

یہ کعبہ وہ جامۂ کعبے کا ہی
ماتھا سر لوح صفا ہے
ثابت ہو جب کیا نظارا
ابرو کہیئے کہ طاق کعبہ
محشر سے ہی کرتی ہیں مہبو حال
پلکیں ہیں پوست آنکھیں بادام
آنکھیں ہم چشم ہاے ہوز
آنکھوں میں اہی شربت زہر
نظروں میں حیا بھری ہی
کہتے ہیں یہ ناوک نظر باز
کی خاک نے طبع آزمائی
ڈنڈی جیوان ہی یہ ہیں پلکیں
تل ہی پہ وزن ماشہ تو
نتھنوں سے وہ ہی شعلہ و نالی
کان گھر لطیف ہے کان
لو کان کی گوشۂ لو
پنہاں نہ زلف بالے میں وہ
محو سرگوشی میں کرن پھول
ہی گال کہ دو گلاب کے پھول
چشم مردم کا تل وہ ہی تل
منجن ملکر دہن کو دن تک
آب حیواں کا حوض کوثر
لعل لب سرخ اگر ندا آئے

یہ قہر وہ رحمت خدا ہے
پیشانی نسخۂ وفا ہے
یہ شب کا وہ صبح کا ہے تارا
محراب در رواق کعبہ
پیدا جنبش سے جسکی بھونچال
یا ماہی چشم کرلئے دام
تن دورکے دائرکا مرکز
شوخی غصہ حیا غضب قہر
پتلی ہی کہ شیشے میں پری ہے
پر کھولے پری نے بہر پرواز
تشبیہ یہ عمدہ ہاتھ آئی
ہی موٹھ و قشقہ منور
ماشاءاللہ چشم بد دور
ہیائی نہیں کی فرخالی
مینا کلو کی قلقل سے کان
لو جس سے لگے کہ شمع کی لو
ابر خوبی کے جالے ہیں وہ
ہے کرن شاہد چمن پھول
نخل چمن شباب کے پھول
یا جلوۂ حق میں شرک باطل
گراوں کلی غرارہ مسواک
تسنیم کہ زمزم مطہر
یاقوت الٰہی سے بھری کنی کہانی

لب داخل چشمۂ دہن ہیں | عیسیٰ پرِ دامن غوطہ زن ہیں
قند و شکر و نبات ہے بات | مجموعۂ معجزات ہے بات
دیکھے جو گُہر تو رنگ فق ہو | بانی پانی عرق عرق ہو
یوسف گرے جس میں یہ وہ چاہ | ملتی نہیں غوطہ خور کو تھاہ
دیکھے جو گلا گلے صراحی | خجلت سے پگھل چلے صراحی
بل زلف سے جبکہ کھائے شانہ | کب شانے کا بار اُٹھائے شانہ
اس نیچے کو نسترن نہ پہونچے | نسرین و گل سمن نہ پہونچے
کف بھر ہی انگلیاں کرن ہیں | برگِ گلِ ریاضِ تن ہیں
گر دیکھ لیا کسی نے سینا | مشکل ہوا زخم دل کا سینا
پستان ہیں جو میوۂ بہاری | محرم انگور کی پٹاری
دو لعل ہیں یا کہ از گُوئے ترنج | یا قلعہ رنگ و حسن کے برج
بیٹھا ہے سرِ قلعہ پہ عسس ہے | یا نہر کے شیشہ پر گس ہے
صیدِ مضمون ہوا سمجھ پر | عنقا نے کمر کے باندھے پر
ہیں ناف و کمر جو دو نون باہم | مضمون کے پیچ میں پھنسے ہم
بس غورِ طلب یہی جگہ ہے | سب کہتے ہیں بال ہیں وہ ہے
ہے پشت وہ تکیہ گاہِ خوبی | گویا پشت و پیٹ خوبی
آب تابِ رقم نہیں ہے ہمکو | آتی ہیں پھر یاں قلم کو
کافی ہے وصف یہ سخن ہی | نقشِ قدم آہوئے ختن ہے
رانیں برقِ تجلی طور | ساق سیمیں ہیں شمع کا نور
ایڑی نازک ہے اُس قمر کی | کچھ اصل نہیں گل و ثمر کی
برگِ گلِ نسترن کفِ پا | شفاف و منور و صفا
شانے نازک جو دیکھنے پائیں | نور ہیں آنکھوں تلے سلائیں
انجمان سے گردش قدم میں | ٹھوکر سے مرے جلائے دم میں

منہ میں ہے زبان کہ گلمیں زر ہے | یا حقۂ لعل میں گہر ہے
دندانے ہیں سین کے وہ دندان | منہ کھولیں صفت میں کیا سخندان
ہے چاہِ ذقن میں دلِ عقل | منہ کھا کی جہاں چلی عقل
فوارۂ نور ہے وہ گردن | برقِ سرِ طور ہے وہ گردن
شانوں کو خدا کی شان کہئے | نورِ حق کا نشان کہئے
بازو نازک کلائیاں نرم | شاخِ مرجان کو جس سے ہو شرم
رنگین وہ ہتھیلیاں وہ پنجہ | مٹھی ہے جیسے دل شکنجہ
سینہ آئینہ صفا ہے | گنجینۂ الفت و وفا ہے

× × × × × | × × × × ×

روشن ہیں گلاس یا کنول ہیں | پھولے دریا میں کیا کنول ہیں

× × × × × | × × × × × ×

ہے پیٹ کہ نور کا ہے تختہ | شفاف بلور کا ہے تختہ
ذی عقل مصور کے نزدیک | ہے نادر نظر سے بھی وہ باریک
یہ بال وہ بال کا ہے پھندا | یا تارِ خیال کا ہے پھندا
عقدہ ہے یہ سخن نظر کا | سکتا ہے یہ مصرعہ کمر کا
ہیں کھمبے رانیں وہ پیکر حسن | یا بالشِ شاہِ کشورِ حسن
ہے موقعِ شرم بولنا کیا | رازِ مخفی کا کھولنا کیا
ہے برج قمر و ستارہ کہئے | شکل صدفِ دو پارہ کہئے
زانو آئینہ حلب ہیں | پاپش میں بلور ہیں لب ہیں
رخسار بتاں سے لطافت نازک | ایڑی جو تی پہ سے وار ہے
مہر و مہ آسمان ہیں تلوے | آئینۂ صفا ہیں تلوے
ساتھ ہے کہ سایہ ہیں تن سے | ہمراہِ پری دو ہے
عیسیٰ کے حواس ہوش گم | بھولیں ایمار کلمے

اُس پر جو پڑی نگاہ ناگاہ — سو دل سے فریفتہ ہوا شاہ
رنگِ رخ لالہ گوں ہوا زرد — دل بیٹھ گیا مگر اٹھا درد

بیساختہ منھ سے آہ نکلی — مثلِ تیر نگاہ نکلی
شوقِ دیدار میں نظر سے — پتلی نکل آئی چشمِ تر سے

شوق جیسے ہوا جگر سے پہلو — نکلا آنکھوں سے بنکے آنسو
لب پر جمی ایسی جب ہی آنکھ — گویا بنی مسی کی دھڑی آنکھ

عکس افگن ہوئے آنکھ کا تل — آئینۂ رخ پہ بن گیا تل
دل زلف کے پیچ و خم میں اٹکا — شانے پہ پریشان بن کے لٹکا

انگشتری پر جو پڑ گئی آنکھ — مانندِ نگینہ جڑ گئی آنکھ
سر کے چھپکے پہ دل ہوا لوٹ — لوٹا لوٹن سا کھاتی ہی چوٹ

واں فرطِ حیا سے چشم پوشی — یاں حلق میں مُہرِ خموشی
واں تیغ نظر نے دم دکھایا — یاں فرقِ ادب نے خم دکھایا

واں سدِّ سخن دہن کی تنگی — یاں ضبطِ فغاں میں بے درنگی
واں تیغ نگہ پہ جیرواں ہار — یاں باڑھ پہ بحرِ اشکِ خونبار

واں تابشِ برقِ خندہ یکسر — یاں جوششِ ابرِ دیدۂ تر
واں الف بن حلقے حلقوں میں خم — یاں حلقۂ پیچ و تاب میں دم

دکھلا کے جھلک وہ پاکدامان — غنچے سی چلی گئی خراماں
شہزادۂ جن کی مادرِ پیر — آکر ہوئی شاہ سے بغلگیر

زلف و رخ کی بلائیں لیکر — گویا ہوئی یوں دعائیں دیکر
فضل و کرمِ خدا سپر ہو — تلوار کے قبضے میں ظفر ہو

زلفِ مطلب پہ دسترس ہو — نصرت جیسے راس پیش و پس ہو
بیٹے کی بچائی جان تمنے — رکھ لی مری آن بان تمنے

حق تمکو جزائے خیر بخشے — باغِ راحت کی سیر بخشے
احسان عجیب کیا نہایت — بخشش منت کرم عنایت

کہدو مجھسے جو آرزو ہے — کیا گلشنِ مدعا کی بو ہے
خواہش ہو جو کچھ شہِ یگانہ — لو مانگ لو بے تکلفانہ

الماس و عقیق و سیم و زر دوں — دامنِ گلِ آرزو سے بھر دوں
گردوں کے ابھی ستارے لادوں — چشمِ مہ و خور کے تارے لادوں

پانی ہو جو عمرِ جاودانی — بحرِ حیواں کا لادوں پانی
امکانِ بشر سے ہو جو باہر — دشوار جو امر ہو سراسر

اک چشم زدن میں کر دکھاؤں — لا کر پیشِ نظر دکھاؤں
گویا ہوا یوں تبھی سے مردم — اے مادرِ مہربان سنو تم

خالق کی ہے چشمِ مہربانی — بخشی ہے سبا کی حکمرانی
اقبال و جلال و دولت و فر — خیمہ خرگاہ فوج لشکر

مال و زر و دولت و خزانہ — اسباب و حکومتِ زمانہ
بخشا ہے خدا نے تخت اور تاج — اب ہوں کسی چیز کا میں محتاج

کی تمنے تشفی زبانی — اتنی کافی ہے مہربانی
جب جس سے بڑھا زیادہ اصرار — سلطان نے کہا یہ آخر کار

شرعی رشتہ ہو مجھسے قائم — یا لطفِ یگانگی ہو دائم
جب دم بہ سنی پری نے تقریر — خاموش ہی بہ رنگِ تصویر

پھر بولی اگرچہ شاد ہیں ہم — دختر کی رضا بھی ہے مقدم
میں استمزاج اسکا لونگی — اس بات کا پھر جواب دونگی

وعدہ نہ رہیگا یہ ادھورا — انشاء اللہ ہوگا پورا
اٹھی وہ برنگِ نکہتِ گل — خلوت میں گئی بصد تجمل

ریحانہ کو گود میں بٹھایا — چوما چاٹا گلے لگایا
ہمراز سہیلیاں ہوئیں جمع — پروانے تھے حلقہ سرِ شمع

آئین جو جلیسیں نہیں سیانی
مہمان جو یہ شخص ہے ہمارا
سب سے بڑھکر کیا یہ احسان
ممکن یہ نہیں کہ زندگی بہر
حیران ہوں اسکو دیکھ کیا نے
تم بھی نام خدا جوان ہو
ہو عقل میں کم نہیں کسی طور
آتا ہے ذہن میں ہر لیا
مانند ہلال سفتہ رفتہ
ہی گوہر سفتہ زینت تاج
ہر مال کو چاہیے خریدار
بس مل گئی ہی قدرداں کو دیجیے
شیریں میں یگانہ شکل میں فرد
عقد پروین پر ان سے کیجیے
آخر تم بھی ہو سن رسیدہ
ریحانہ زباں سے تم تو بولو
یارے وہ زبان دبا کی بولی
لیکن یہ نبھے گا کبھی کیونکر
ہیں فرقہ آتشی وہ خاکی
دریا سے ہے خوش حباب دریا
استانی ہنسیں سمجھ کے نادان
گردش کریں گے گرد افلاک
آتش جسے تم سمجھتی ہو ناری

آتی نہیں ادب سے اوستانی
احسان ہی اسکا آشکارا
بہائی کی تمہاری بیکسی حالی
بار احساں سے اٹھ سکے سر
کیونکر ہو رہ معاوضہ سے
دانا ہو تم کہ ہوشیار ہو
سوچو سمجھو ذرا کرو غور
شہزادی سے بیاہ ہو تو کیسا
بڑھکر یہ ہوئی ہے دو ہفتہ
ناسفتہ ہے آبرو کا محتاج
ہر جنس کو قدرداں سے درکار
دعوت اسی میہماں کو دیجیے
خوش فہم ذکی قوی جواں مرد
نسرین کو ہم سمن سے کیجیے
گرم و سرد زمانہ دیدہ
پوشیدہ جو عقدہ ہو وہ کھولو
منہ پھیر کے سر جھکا کے بولی
ناجنس سے ہوگا میل کیونکر
ناپاکی ہے اسمیں مجھ میں پاکی
قلزم کو روا ہے آب دریا
بولیں بس میں تمپہ قربان
مجھ خاک کی نہوا گر نہ ہو خاک
انجام کو جائیگی ہوتی ہر خاک

مادر ہوئی مثل گل زر افشاں
عزت حرمت بچائی اسنے
یہ بھی تھا اک امر اتفاقی
جو نیک ہیں مانتے ہیں آس
دولت کا مری نہیں ہے محتاج
پیران چرخ ہوئے ہیں سن کمال
استانی نے عرض کی بلا تو
اللہ رکھے جواں ہوئیں یہ
ہی جوش پہ موسم بہاری
تنہا عورت سے خوار ہے مرد
گلچیں سے چمن میں قدر گل ہے
اچھا ہے ہر ایک بات میں یہ
جوڑا اب نہ پائیگا
بول اٹھی پری کیوں نہو واہ
کہدی بر سبیل ذہن کی بات
سب سے نہ بیٹھو تا کچھ شرم
لونڈی ہوں میرا آپکی بلا عذر
وہ جنس بشر میں قسم جن سے
سب چھتے اپنا ہیں و نیک
جن جن میں ارتباط کیا
ہے خاک سے کائنات ساری
عابد زاہد فقیر سب کا
یاری کچھ سمجھ کی سمجھے

گیسوے سخن سے عنبر افشاں
دولت حشمت بچائی اسنے
کیا مرنے میں رہگیا تھا باقی
تنکے کے اتار نیکا احسان
خالق نے کیا ہے صاحب تاج
ہی فضل خدا سے چودہوں سال
ڈرتی ہو زباں سے کیا نکالو
مثل دریا رواں ہوئیں یہ
کب تک بیٹھی رہیں گی کنواری
گر جفت نہیں تو طاق ہے فرد
میکش کے سبب سے غل ہے
موصوف ہے کل صفات میں یہ
دونوں کو گلے لگائیگا
سبحان اللہ بارک اللہ
گویا مرے منہ کی چھین لی بات
کہتی ہیں کہ شرع میں ہے کیا شرم
گر آگ میں جی گئے تو کیا عذر
نسبت کیسی ہے کوہ و دن سے
ہمجنس کو ڈھونڈھتا ہی ہر ایک
کیسا میں اختلاط کیسا
دی حق نے زمین کو اک سدی
مٹی سے بنا خمیر سب کا
بولی وہ مثال دم الجھ کے

راضی ہوں میں ایک شرط پر خیر
سہرے کا مونہیں دم نہ مارے
ہرگز نہ ہونگی ایکدم پاس
شادی کی خبر سے کرکے ماہر
جب ہوگئی سب یہ مرحلے طے
کرنے لگا بہر ساعت نیک
شکلوں کو بنایا اور جانچا
قوس جدی و دلو عقرب
برگہ اور منہن مکر تلا میکہ
اس ہفتے میں عقد ہو تو بہتر
اس اٹھوارے میں ہو یہ کاج

دونگی تہا اسکا گو ہے غیب
اس راہ میں پس قدم نہ مارے
اٹھاؤنگی جیسے گل سے بو باس
کی اسنے وہ شرط اپنے ظاہر
بجنے لگے ارغنون و دف نے
تحقیق و تلاش و فکر ہر ایک
ہر سمت سے کو بغور جانچا
بہیکی ہے جو نحوست مطلب
سو چلے گئے کتبہ میت کو دیکہ
ہم سلک ہوں دونوں لعل و گوہر
آنند ہیں اچل ہے راج
تاریخ قرار پاگئی جب

ہر فعل کی لیتے ہونگی مختار
دو بار تو در گذر کرونگی
آگاہی یہ جب ہی نے پائی
بولا وہ میں نہ کچھ کہونگا
بلوائے منہدس ہنر ان
کھینچا کوئی زائچہ کسی نے
سرطان جوزا حمل اسد ثور
گن گن کے حساب لیتے ہیں ٹہیک
بولے کہ نشان بہتری ہیں
پنڈت بولے کہ سے رہی جی
ان دونوں کا چندرمن یہی ہی
رخصت سیارہ دل سے ہوس

اسکو نہو دخل سے سرو کار
پر تیسری بار شر کرونگی
مہمان کے پاس آکے آئی
پابند اسی شرط کا رہونگا
رمال نجومی و جفر دان
قرعہ پہینکا لکہا کسی نے
میزان پہ سنبلہ پہ تہا غور
کنیا دہن کر کے سنکہ چیک
اک برج میں ماہ و مشتری میں
سنکٹ کی ہوس سنشر کی جیسے
ساعت اتم لگن بہلی ہے

سہرال کھیسار یحانہ کا بیاہ

ساقی ہونگا وہ مہربانی
بہولے سے کبہی ہمیں بہی کر یاد
مستوں کے ہمیشہ جہگڑے ہوں
اس سال ہو میکشوں میں ایکا
ترمے سے ہو شیخ جی کا جامہ
شکلیں انگور ابر تر سے
ہر بوند شراب بنکے ٹپکے
آیا ہے جہاں میں موسم گل
سبزہ نہیں عارض زمین پر
مشاطہ موسم بہاری
شمشاد لگا رہا ہے مہندی

میخانے میں بادہ کش ڈٹے ہوں
قاضی کو شراب کا ہو ٹہیکا
اچھلے میخانے میں عمامہ
گلشن میں الٰہی پہول برسے
صافی ہے جہینکے ٹپکے
گلشن میں ہے باغ باغ بلبل
طوطی کے کہلے زمرد میں پر
دکھلاتی ہے اپنی دستکاری
پودونیہ رچا رہا ہے مہندی

کہتے ہیں ہوا یہ جہوم جہوم کر رند
میکش سارا زمانہ ہو جائے
دختر قاضی ہو اسی نام
بدلی خم سے نہ بند لگے
بہکی باتیں نہ انتظام کر
اترائے ہیں مسکرائے پہول
بو میں ہر پہول بسرہا ہے
کنگہی کے سبب سے شانہ لیکر
نرگس ہی رنگ رہی ہے کا جل

دے جام شراب ارغوانی
بستی ہو تری مدام آباد
قایم رہے تخت قیصر ہند
ہر قصر شراب خانہ ہو جائے
کو چو میں کبہی کبہی بہرے جام
دریا صہبا سے بہر کے چہلکے
مضمون بہاریہ رقم کر
پہولے ہیں سب
جوبن سب پر برس رہا ہے
سبزے

بیلے البیلے بن رہے ہیں
کیلے بن ٹھن کے تن رہے ہیں
مالن ہے صبا چمن ہے مالی
پھولوں کی لگا رہے ہیں ڈالی
گہنے کا جھنگیروں میں ہے انبار
گجرے پھولونکے بہت ہیں ہار
کون آئیگا بیاہنے کو سرتاج
کس مس کی شب زفاف ہے آج
شرمائی لجا رہی ہے لجالو
کیوں سر کو جھکائے ہے لجالو
سمٹی ہے دلہن بنی ہوئی ہے
جوہی گویا چھوئی موئی ہے
بشاش ہے مالنی کا چہرا
گل کے لئے گوندھتی ہے سہرا
کیوں باد صبا بچھاتی ہے سیج
کلیاں چنکر بنائی ہے سیج
ہر سو جو یہ عالم طرب ہے
ریحانہ کے بیاہ کا سبب ہے
ریحانہ دلہن بنی وہ نوشاہ
جوڑا تھا بنا بنی کا دلخواہ
ساز عیش و طرب تھا ہر سو
شہنائی بجا رہا تھا شبو
آواز نشاط ہر طرف تھی
ہر دائرے میں صدا دف کی تھی
شاخ گل کا ستار لیکر
گت چھیڑ رہی تھی باد صرصر
سوسن کچھ غنغنا رہی تھی
نسرین بیلا بجا رہی تھی
باجوں کی صدا سے شور و غل تھا
ہر شاخ ترنم تھی گل گل تھا
گلشن کو تھی راگ رنگ کی دھن
دریا کو تھی جلترنگ کی دھن
جلنے تھے حباب چشمۂ تر
چینی کی پیالیاں تھی کیسر
پریوں نے عروس کو سنوارا
چمکا دیا حسن کا ستارا
گیسو آب گہر سے دھوئے
موتی ہر بال میں پروئے
آراستہ خوب کی گئی مانگ
گنج موتیوں سے بھر گئی مانگ
زیور سے لباس سے کیا لیس
کنگھی چوٹی سے کر دیا بس
ٹھہری وہ غضب نکھار کرکے
بیمثل بنی سنگار کرکے
تھی ناخن پا سے لیکے تا فرق
دریائے جواہرات میں غرق
واں خیرہ ملا گیا جو غازہ
یاں ہو گیا رنگ حسن تازہ
کنگن تھی وہاں طلائی روشن
کنگنے سے یہاں کلائی روشن
واں بٹنا ملا گیا جو تن میں
یاں آئیں پھر پریان بدنیں
محرم نے وہاں دکھائی چڑیا
یاں سونے کی ہاتھ آئی چڑیا
بارے جو برات ادھر سے آئی
کی حاکم جن نے پیشوائی
حضار کی قدردانیاں کیں
مہمانوں کی میزبانیاں کیں
بخشے سب نے دمونکو توڑے
انعام اکرام جوڑے گھوڑے
یکجا ہوئے نوعروس نوشاہ
حسب دستور ہو گیا بیاہ
رسمیں ہونے لگیں جز و کل
اندر باہر سے مچ گیا غل
میراسنوں کا وہ ٹونکی گانا
ہر پاس سے سب نے سنکے گانا
پریوں کے وہ قہقہے وہ گھاتیں
چہلوں کی وہ دل لگی کی باتیں
اک ہنسکے دکھا گئی انگوٹھا
کھلوا گئی اک دلہن کا جوٹھا
چھپکر جوتی چھپا گئی ایک
کاجل آکر لگا گئی ایک
رخصت وہ ہوئی برات بارے
مہمان سب اپنے گھر سدھارے
معشوقہ و عاشق پر ارمان
دونوں ہوئے داخل شبستان
مثل در اشک ڈھل پڑے صاف
مانند گرہ وہ کھل پڑے صاف
لپٹے مست شراب ہوکر
کھل کھیلے وہ بے حجاب ہوکر
لپٹے گردن سے صورت طوق
ہنسلی تھی گلے کی یاد شوق
اللہ رے شوق کا کھٹراکھیل
آنکھیں ملتے ہی ہو گئی میل
ملتے تھے پہ ہر کا ہاتھ دھرنا
اُف کرکے وہ سسکیوں کا بھرنا
لینا کبھی چٹکی آکے بس میں
دینا کبھی اپنے سر کی قسمیں
مضمون حجاب تھا جو لفظ
ٹوٹی مہر لفافۂ خط
پردہ جو در حجاب کا تھا
جالا چشم پر آب کا تھا

کرکے اسے میل وصل نے دور
تو زادہ بزور و شور خانہ
صہبائے وصال دی نبی کو
ساقی سرا کا جوش ہے آج
ہے مرغ خیال پر سمیٹے
بوتل کا کاگ اڑے وہ مل دے
اُٹھتا ہو ہواں وہ گرم دم ہو
جاڑے کا جو تذکرہ رقم ہے
ٹھنڈا تھا چراغ آتش گل
جاڑے سے پڑا جہاں کو پالا
سردی وہاں شعلہ میں بھری تھی
تھا شاخ نہال تر میں رعشہ
منہ سے نکلی کہ تھم گئی بات
افلاک پہ کانپتا تھا خرشید
چلے کا وہ جاڑا تھا وہ سردی
دریا یخ ہو کے جگئے تھے
اولا بنا تھا قطرۂ آب
ٹھنڈی ہوئی ساری گرمجوشی
ہر شب بالا بستر نرم
ساقی ہو فروغ آتش گل
بدلا موسم نے آجکل رنگ
شیشہ ہو سرالٹی لالہ ہو جام
سرخاب بط شراب ہو جے

امید کے دیدے کو دیا نور
کھولا کنجی نے چور خانہ
موتی چمکائے ہنسنی کو

ہیرے کی کنی نے دُر کو بیدا
مستی میں جو ٹیکی مور کی لال
یونہیں بہنے لگے وہ بہروز

موسم سرما

ہر قطرے سے آگ اٹھ وہ ملدے
پگھلیں دل اوجاں وہ گرم ہو
شوشے کی قلم نے قلم ہے
انگارے کو ڈھونڈھتی تھی بلبل
مرغ آتش کو سب نے پالا
اخگر کے جگر میں تھرتھری تھی
ہر ریشہ و برگ بر میں عشرہ
مانند نبات جم گئی بات
منہ ابر میں ڈھانپتا تھا خرشید
گویا یخ تھی جہاں میں بہی
چشمے بہتے تھم گئے تھے
انگارہ نہ ٹوٹتا تھا سیماب
فوش حیثیت نے سکیں حیثیت ہو

بھر کے ہلتا آتش سے تیز
یارب چمکا اٹھی شعلۂ گل
سرمائے نے دکھایا دفعتہ جوش
مرغ آتش خور ٹھنگئے تھے
بلبل شاخ شجر پہ بیٹھی
مطلق نہ قرار تھا زمین کو
منہ ڈھانپے ہوئے تھے روئی سمجھ
مچھلی آتش کی تاک میں تھی
سمٹے دبے بیٹھے اکڑے تھے مرغ
چلاتی تھی قوس ہو کے دلگیر
پہنے ملتے تھے دستانوں
سردی کا یہ انکھوں نیز اثر تھا
اس فصل میں بھی وہ فتنہ ہمتا

فصل گرما

تو بھی مینا نے کا بدلے رنگ
تازگی کی ہو شراب گلفام
ماہی کا عکس گرا بہ ہو بھانے

کو لانے خم کدہ و قرابہ
ہو دام شراب کا چمن ہو
ہو سیخ کی سہ شاخ سنبل

سنگ کا نے لعل تر کو چھیدا
لی چرخ میں مور نے فی الحال
ہمدوش نشاط و عشرت اندوز
لرزاں پر مرغ ہوش سے آج
دبکائے ہی بال پر سمیٹے
پیر کا بط بادہ شرر ریز
بھڑکے بیبک اٹھی شعلۂ گل
پیراہن ہوا جسے طائر ہوش
سرخاب چکور رنگئے تھے
انگھ آتش گل پہ سیکتی تھی
لرزے سے بخار تھا زمین کو
اوڑھے تھی لحاف چشم مردم
پنہاں ڈھان خاک میں تھی
سردی کی قفس میں جکڑے تھے مرغ
گوشے میں چھپا تھا سہم کر تیر
گل ہر پا سے پڑ گئی اوس
جو اشک تھا دانۂ گہر تھا
کرتے تھے نقش خرم و شاد
رکھتے تھے وصال میں غلام
گرمی سے ہے بیقرار بلبل
صد برگ ہو قبضۂ منقار
چھپکا ہر شاخ سنبل ہو
تیز آتش گل ہو مور سا

گرمی کا جو آگیا مہینا
نکلا تن برف سے پسینا

تھا روے زمین پہ علم آتش
ہر بحر میں تھا کلام آتش

سرو آتشبار ہو گئے تھے
شمشاد چنار ہو گئے تھے

شعلے پیدا تھے پیرہن سے
چنگاریاں اٹھتی تھیں بدن سے

کھل کھل کے انار ٹوٹتے تھے
گلشن میں انار چھوٹتے تھے

ساقی سبزان مہ جبیں تھے
شیشے مے ترکے آتشیں تھے

آتش افشاں ہوا تن کوہ
برفستان میں تھا سکن کوہ

جو سنگ تھا وہ شرر فشاں تھا
اولے پہ سماق کا گماں تھا

آتش زن مرغ نغمہ خواں تھے
طوطی تفنگ کے ہمزباں تھے

بندوق کی نال چل رہی تھی
توپ انگارے اگل رہی تھی

ہر پھول بنا چراغ کا گل
شعلہ زر گل ہوا تھا سنبل

ہر گل گل آتشی بنا تھا
لالہ سورج مکھی بنا تھا

شوریکی دہان خم کو تھی تاک
تھی برف غم سے دختر تاک

زنبور کنول سے جل رہے تھے
پتھر سے شرر نکل رہے تھے

انگور رزکے لب چٹک گئے تھے
عطشی گرمی سے پک گئے تھے

کیوڑے نے ہر اک رخ سینچا
گرمی نے حنا کا عطر کھینچا

دل اہل جہاں کا جل رہا تھا
آہوں سے دھواں نکل رہا تھا

حالت جو سرشک کی تبہ تھی
خشخانہ مژہ سے چشم تر تھی

دست مژگاں سے دیدہ تر
پنکھے جھلتے تھے مردمک پر

تھی گل کے لیے چکور پنکھی
جھلتا تھا پروں سے مور پنکھی

باغ آتش گل سے جل رہے تھے
پنکھے تاروں کے جھل رہے تھے

گرمی نے غضب کی سرکشی کی
پانی ہوئی قوم آتشی کی

بجلی تھی چھپی کف بتاں میں
یا آزو میں زمیں میں آسماں میں

پانی لب نہر مانگتا تھا
جو نیر تھا زہر مانگتا تھا

مسعود تری سیف کی روانی
قطرہ لب تیغ پر تھا پانی

کوئی نہ علاج تشنگی تھا
آب بحر آب آتشی تھا

سب خشک تھے ندی اور نالے
سینے پہ حباب تھے کہ چھالے

کوزے میں سمائے تھے دریا
قطرہ ہوئے سب سمٹ کے دریا

خشکی تھی یہ قلزم زماں میں
کانٹے پڑے مچھلی کی زباں میں

خاکی ہوئے مردمان آبی
سورج کی تھی سر پہ آفتابی

طاقت کو عوام کہتے تھے تاب
تھا تیری تیغ کا لقب آب

کہتے تھے سب آفتاب گل کو
ہم الفت عندلیب گل کو

ہر شے کا سیاہ رنگ پایا
پوشاک پری بنی تھی سایا

ذرے سورج کی آنچ پاکے
تل بن گئے چشم نقش پاکے

شاعر تھے نظیر شمس تبریز
آتش سے زیادہ فکر تھی تیز

خورشید پہ شمسہ کو تھی ترجیح
کالے ہوئے دانہ ہائے تسبیح

پہنچا گردوں پہ اڑ کے پارا
ٹوٹا گھبرا کے ہر ستارا

تشویش میں [illegible]
ہونٹوں پہ صدائے الاماں تھی

اس فصل میں میوہ دل فروز
تبرید وصال بیچتے تھے روز

تخمی ونبشہ خط و خال
نیلوفر آنکھیں بکھرے بال

سیب ذقن و ترنج غبغب
ابتر تھے مقوی جگر سب

موسم برسات

ساقی برسات کا ہے موسم
دور ساغر چلے دمادم

لا جلد شراب ارغوانی
اودی گلنار زرد دھانی

ابر رحمت کا جوش ہے آج
ہر نخل ہے سبز پوش ہے آج

سبزہ جوبن دکھا رہا ہے
جو کھیت ہے لہلہا رہا ہے
شبنم لئے دانوں کی ہے تسبیح
ہر مرغ ہے شاغل تراویح

کوئل نے بیا سنگھار ہی ہے کوکی
آواز ہے قاری سورہ کی
اودی اودی گھٹائیں آئیں
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آئیں

بدلی ہوئی ہے طرح نظر ہی
آشوب چشم ابر تر ہے
ہر موج چڑھا ہی آستینیں
تیوری پہ ہے بل جبیں پہ چین ہے

کہتے ہیں یہ رند ہو کے بیتاب
ہو ابر سے بارش مے ناب
بحر صہبا میں رند پیرتیں
دیکھیں کشتی پہ چڑھ کے سیریں

چشمے ہر سمت ابل رہے ہوں
مینڈک ہے بانسوں اچھل رہے ہوں
مواج ہو آب چشمہ گل
پیپہونکا شراب کے ہے بدل

مضمون برسات کا رقم ہے
تار رگ ابر تر قلم ہے
برسات کا جبکہ موسم آیا
رنگ ابر سیاہ مے کا چھایا

چھائی جو گھٹا غم و درد
تنخیر پڑی ہوا چلی سرد
پیمانہ سحر بھر کے چھلکا
ہر چشمے کی آنکھ میں تھا ڈھلکا

مانند شفق بادل اٹھے
جسطرح سے جنگ کو دل اٹھے
دھانی تھی ہر ایک سبز کی دہائی
تھی بارہ پہ تیغ بحر ذخار

نکلے حباب اٹھائے تھے
جتنے انکھیں دکھاتے تھے
امڈے تھے ندی پہ بہتے دریا
زورو نیہ چڑھے ہوئے تھے دریا

کوئل کی صدا پپیہوں کا شور
رقصاں تھیں چکوریں بلبلیں مور
گھنگھور گھٹائیں آرہی ہیں
بام گردوں پہ چھا رہی ہیں

بادل کی گرج ہوا کے جھونکے
موج باد صبا کے جھونکے
بجلی کی کڑک وہ ابر کا زور
آندھی کی لپک وہ رعد کا شور

بلبل گلشن میں پھولتی تھی
شاخ گل تر پہ جھولتی تھی
طاؤس ملار گا رہا تھا
طوطی تانیں اڑا رہا تھا

اس فصل میں بھی وہ حسب صبا تھا
یعنی ریحانہ و شہنشاہ
پیتے تھے شراب ارغوانی
پاتے تھے مذاق نوجوانی

اولاد پیدا ہونا اور جانا ریحانہ کا پرستان میں وفات پانا سراحیل کا

اور تخت نشین ہونا بلقیس کا

شہرت تری چار سو ہے ساقی
دنیا ہوا اور تو ہو ساقی

دے جام کہ بادہ خوار ہیں ہم
کب سے امیدوار ہیں ہم

میخانے کی تیرے دیدہ ہے تیز
ہوا شب نشہ گرم مہمیز
بال بط مے پر ہما ہے
جام آئینہ جہاں نما ہے

ہیٹکنے جو کہا [illegible] روا نہیں ہے
چشم مردم کو سیر میں ہے
جس وقت لب آشنا ہوئی مل
آنکھیں بسا غر صفت گئیں کھل

[illegible] نے لگے آسمان کی سوجھی
رندوں کو کہاں کہاں کی سوجھی
بس تھا نرگس چشم سرشار
تار برقی کا بنگیا تار

لندن کی خبر منگالی دم میں
شکل حیرت دکھالی دم میں
ساقی اس کہ دے مجھے جام
لکھتا ہے فسانہ خوش انجام

ریحانہ و بادشاہ ذی ہوش
تھی شاہد خرمی سے ہمدوش
دن کٹتے تھے وہ محو صبح جبار
شب کو شب زلف سے سروکار

پیتے تھے شراب وصل باہم
فرقت کا نہ درد ہجر کا غم
تاباں تھا پری کا نجم اقبال
چمکا خرشید حمل اسی سال

پیدا ہوئی دخت پیکر نور
جسکا کف پا تھا عارض حور
آندھی اُٹھی دن بنا شب تار
شعلہ ہوا ایک بیک نمودار

مادر نے اُٹھا کے دخت بیکس
جھونکی آتش میں صورت خس
شعلہ ہوا اُسکو لے کے غائب
دکھلا گیا قدرت عجائب

سلطان نے پیچ و تاب کھایا
تڑپا چلایا غل مچایا
بولا کہ یہ کیا کیا غضب ہے
مارا بیٹی کو بے سبب ہے

بیقدری نعمت خدا کی
ناشکری رحمت خدا کی
جھنجھلا کے وہ بول اُٹھی پریزاد
لو ایک خطا ہوئی رہی یاد

بس بس ہوئی ہی وفا پہ سرگرم
پابندی قول کی نہیں شرم
غرق بحر قلق ہوا شاہ
خجلت سے عرق عرق ہوا شاہ

بارے گذرا جو دوسرا سال
پیدا ہو طفل نیک افعال
فی الفور اک گرگ تند و خونخوار
منہ کھولے ہوئے ہوا نمودار

ریحانہ تھی بسکہ دور اندیش
بچہ کیا پیش اُسکے پس و پیش
لقمہ صفت اُسنے منہ میں دابا
غائب ہوا گرگ بے محابا

سلطان پھر بول اُٹھا کہ ہے ہے
یہ سنگدلی یہ ظلم تا کے
بیٹی کی تھی تم نے جان لی مفت
بیٹا دیا بھیڑیے کو بھی مفت

بولی وہ پری کہ ہاں بجا ہے
لو دیکھو یہ دوسری خطا ہے
یہ سنکے بہت خجل ہوا شاہ
تقصیر سے منفعل ہوا شاہ

اقبال نے کی جو کج ادائی
کی فوج غنیم نے چڑھائی
چھایا بدلی کیطرح لشکر
مثل گیسو چڑھ آیا سر پر

محصور ہوا شہ خردمند
پتلی کیطرح ہوا نظربند
ہالے میں پھنسا وہ ماہ کیطرح
آنکھوں میں رہا نگاہ کیطرح

اللہ رے گردش زمانہ
دو روز ملا نہ آب و دانہ
عاجز ہوا شاہ زندگی سے
بیتاب تھا فرط تشنگی سے

آیا دستور بہر آداب
لایا پے نذر کوزہ آب
سلطان نے وہ جام جبکہ پایا
ریحانہ کے پاس لے کے آیا

فرمایا کہ لو پیو یہ پانی
پانی ہے کہ آب زندگانی
تسکین ہو ذرا قرار ہو کچھ
آسایش جان زار ہو کچھ

سنکر وہ پری نے لیا جام
پھینکا اُسے خاک پر سر عام
بولا وہ کہ کیا کیا غضب حیف
مارا مجھے تم نے تشنہ لب حیف

بولی پری آبدیدہ ہو کر
مانند کمان کشیدہ ہو کر
کیا ہے یہی داد تونکا آئین
لو گن لو خطائیں ایک دو تین

روکا تھا تجھے تین بار تم نے
ٹوکا ہے مجھے تین بار تم نے
اب سن لو وہ ساری پہلی باتیں
گذری ہیں جو طرفہ وارداتیں

بیٹی خالہ سے جبکہ پائی
خواہر مری شعلہ بنکے آئی
میں نے اُسے کر دیا حوالے
تا دامن عاطفت میں پالے

پھر حق نے پسر کا منہ دکھایا
بھائی مرا گرگ بنکے آیا
پرداخت یہاں تھی غیر ممکن
فی الفور گیا حوالہ جن

لیکن اُسے مرگ نے ستایا
لیوارہ قبر میں سلایا
زندہ ہے وہ دختر خوش اقبال
اب نام خدا ہے ساتواں سال

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

دیکر سلطان کے ہاتھ میں ہاتھ ‏— بولی کہ بس اب کہو اسے ساتھ
بلقیس یہ آ گئی ہے دختر ‏— چرخ حشمت کا روشن اختر

میں جاتی ہوں اب وطن کو اپنے ‏— مانند صبا چمن کو اپنے
ہر چند معافی اسنے چاہی ‏— کی حد سے زیادہ عذر خواہی

مثل سر کاکل معنبر ‏— قدموں پہ گرا مجھکا دیا سر
پر اُسنے سنی نہ ایک گفتار ‏— ہاں قول کیا یہ آخری بار

کی ہی ترے باغ حسن کی سیر ‏— دیکھونگی نہ اب میں جانب غیر
جی چاہیگا جب تو آونگی میں ‏— بلقیس کو دیکھہ جاونگی میں

پھر اُڑ گئی یوں وہ زور پر سے ‏— اُڑ جاتا ہے جیسے ہوش سر سے
شہ کو ہوا ہجر ناگوارا ‏— دیوار سے در سے سر کو مارا

بیتاب نے نظارہ تہا دل ‏— سیماب سا پارہ پارہ دل
آیا جب ہوش میں وہ دلگیر ‏— نائب کو بلایا آب شمشیر

فوج برگشتہ نے دیا ساتھ ‏— ملک مقبوضہ آ گیا ہاتھ
پر ہجر پری تہا شاق اُسکو ‏— ہر دم تہا غم فراق اُسکو

رو رو کے تڑپ تڑپ کے آن ‏— شہ نے جان آفریں کو دی جان
ساغر پیا بادۂ اجل کا ‏— پیمانہ عمر بہر کے چہلکا

بلقیس کا چمکا اختر بخت ‏— پایا زر و مال و افسر و تخت
ریحانہ ہوئی جو خرم و شاد ‏— خدمت کو دئے جن و پری زاد

جن جن ملکوں میں گنج پائے ‏— جن دست بدست اُٹہا کے لائے
پوشاک لباس و زیور و زر ‏— الماس و عقیق و لعل و گوہر

خیل خدم افسر و پیادہ ‏— تہے حد شمار سے زیادہ

سلیمان و بلقیس کی شادی کا ماجرا

ساقی تیرا سدا رہے دور ‏— دے جام مے دو آتشہ اور
وہ مے ہو کہ جس سے درد ہو دور ‏— بندہ جائے یہ زخم دل کا انگور

مواج ہو بحر بادۂ ناب ‏— شکل بط مے بنے بط آب
شور دریا ہو شور قلقل ‏— بنجائیں حباب ساغر گل

بیعت کرے مجھسے کل زمانہ ‏— آباد رہے شراب خانہ
انگور کی عشق پیچ ہی بیل ‏— پہیلے پہولے پہلے بڑہے بیل

دے پہول تو مجھکو جام گل میں ‏— افسانۂ قلقل سرود و رمل میں
تہے شام میں حضرت سلیمان ‏— قبضے میں تہے جنکے جن و انسان

کرتے تہے جہاں میں بادشاہی ‏— محکوم تہے ماہ و مرغ و ماہی
اک روز کا ذکر ہے سحر گاہ ‏— سکے سے رواں تہے شہنشاہ

ایک تختہ پہ صفا میں پہونچے ‏— وہ اہل صفا صفا میں پہونچے
چاہا کہ نماز عصر ادا ہو ‏— سر خم پئے سجدۂ خدا ہو

باقی نہ جز آب شک واں تہا ‏— ہر آنکہہ پہ چشمے کا گمان تہا
نہر سے کنوئیں سے تہ نہ آگاہ ‏— الفت کو عوام کہتے تہے چاہ

لشکر ہوا آکے خیمہ افگن ‏— گلزار نعیم بن گیا بن
حضرت کی اُترتی ہی سواری ‏— تہا چشمہ کا رود بار جاری

ہدہد تہا جو قاصد پیمبر ‏— پرداروں میں طائر مظفر
رہتا تہا یہ آب تر کا جویا ‏— تہا تشنہ لبوں کا خضر گویا

پانی کا جہاں کہیں نشاں ہو ‏— اس آئینہ قلب پر عیاں ہو
فرصت جو ذرا ملی خدا ساز ‏— شہپر میں بہری ہوا کی پرواز

چاہا سیر جہاں کو دیکھوں ‏— کیفیت آسماں کو دیکھوں
اُٹہا وہ مثال درد بیمار ‏— پران ہوا شکل نکہت رخسار

جلدی اُڑ کے وہ دودِ آہ کیطرح ۔ اُڑکر وہ پہنچ گیا نگاہ کیطرح
پرواز کا حوصلہ نکالا ۔ دیکھا چپ و راست زیر و بالا

بلقیس کا اک نظر پڑا باغ ۔ وہ باغ کہ دے جو خلد کو داغ
اُترا دیکھا چمن جو خالی ۔ ہر شاخ پہ گل پہ آنکھ ڈالی

بلقیس کا ہدہد پری پر ۔ آیا ناگہ اُسی جگہ پر
باز آئے جب اُڑ نیسے وہ جانباز ۔ باہم درِ گفتگو ہوا باز

تھا مرغِ سبا جو عقل میں تیز ۔ مثلِ طوطی ہوا شکر ریز
محکوم ہیں سبکے اے خوش انجام ۔ مسکن ہے کہاں ۔ کہا سوادِ شام

ایسے کا ہیں ہم مطیع فرمان ۔ قابو میں ہیں جسکے دیو و انس
جتنے دنیا میں بادشا ہیں ۔ صندل صفت اسکے جبہ سا ہیں

ہیں سارے زمانے میں بندہی ہاک ۔ قبضے میں ہیں باد و آتش و خاک
سلطان بھی ہے رسول بھی ہے ۔ خوشبو بھی ہے، اور پھول بھی ہے

پوچھا جن ہیں ۔ کہا کہ انسان ۔ پوچھا لقب ۔ کہا سلیمان
پوچھا کیا سن کہا جواں ہیں ۔ تقویتِ جسم ناتواں ہیں

پوچھا کیا شغل ہے کہا داد ۔ پوچھا صورت کہا خداداد
پوچھا سیرت کہا کہ معقول ۔ پوچھا عادت کہا کہ مقبول

پوچھا کیسا ہے دل کہا نیک ۔ پوچھا اخلاق میں کہا ایک
پوچھا کثرت کہا کرم کی ۔ پوچھا قلت کہا ستم کی

پوچھا مطبوعِ دل ۔ کہا علم ۔ پوچھا مرغوبِ جاں کہا حلم
پوچھا رغبت کہا وفا سے ۔ پوچھا نفرت کہا جفا سے

پوچھا کہ صفت کہا جوانمرد ۔ پوچھا مصراعِ قد ۔ کہا فرد
بولا مرغِ سبا کہ بھائی ۔ بے پر کی جب اپنے اُڑاتی

البتہ میں جسکا ہوں ہوا خواہ ۔ وہ ہے گلِ باغِ حشمت و جاہ
دیکھیں چاہِ ذقن جو یوسف ۔ پانی بھریں مشک بے توقف

طاق ابرو ہے حسن میں طاق ۔ چہرے کا نمک ہے شورِ آفاق
خاکِ درِ مہرِ تاباں ہے ۔ اکسیر غبارِ آستاں ہے

اقبال کھڑا ہے دستبستہ ۔ مانندِ کماں کمر شکستہ
پارس کا نگاہ میں اثر ہے ۔ آہن چھونے سے شکلِ زر ہے

زرخیز زمیں ہے ملک آباد ۔ ہے شہر میں خوبی خداداد
خلد اسکی فضلے کالعدم ہے ۔ خجلت زدہ گلشنِ ارم ہے

وہ طوطیِ نطق شہ کے اوصاف ۔ حیران ہوا شکل آئینہ صاف
پوچھا کہ وہ مرد ہے کہا زن ۔ برہم زنِ لشکرِ صف افگن

پوچھا کہ وہ ہے جو اہلِ تقدیر ۔ نام اُسکا ہے کیا ۔ کہا کہ بلقیس
پوچھا وہ جو ماہ پیکری ہے ۔ جن ہے کہ بشر کہا پری ہے

پوچھا کہ وطن ۔ کہا سبا ہے ۔ وہ ماہ وہیں کی بادشہ ہے
پوچھا تیغِ سخن ۔ کہا تیز ۔ پوچھا سن کیا ۔ کہا کہ نوخیز

پوچھا کوئی شغل ہے کہا ہے ۔ یا سیر و شکار یا دف و نے
پوچھا عادت کہا کہ اخلاق ۔ پوچھا کوئی جفت ہے کہا طاق

پوچھا گو حسن و زر ہے حاصل ۔ بے عقد ہے کس لیے کہا دل
بلقیس کی شکل چل کے دیکھو ۔ حسرت کی طرح نکل کے دیکھو

بولا کہ جو دیر ہوگی دم بھر ۔ حضرت کا عتاب ہے گا مجھپر
پانی جو وضو کو ہوگا درکار ۔ سب ڈھونڈھینگے مجھکو آخرکار

پائینگے وہ جب مجھے تو اُسدم ۔ شہ ہونگے برنگِ زلف برہم
گویا ہوا پھر وہ مرغِ دانا ۔ کچھ تحفے بہانے سے لیکے جانا

تحقیق نہ وہ جب نظر کرینگے ۔ تقصیر سے درگذر کریں گے
تقریر سے ملکے روغنِ غاز ۔ دم دھاگے میں لایا اُسکو دمباز

مشتاقِ سبا بنایا اُسکو — ساتھ اپنے لگا کے لایا اُسکو
طائر ہوا خوب پھرتے سیر — جب گھر کو پھرا تو ہوگئی دیر
خدام نے لاکھ خاک چھانی — جز آب گہر ملا نہ پانی
کی عرض کہ سب ہیں طیر حاضر — یہ ایک ہی ہے غیر حاضر
معقول نہ پیش گر کیا عذر — تعزیر اسے دونگا میں بلا عذر
فی الفور عقاب اُڑا ہوا پر — پہونچا سرِ گنبدِ سما پر
یہ چرخ پہ چرخ کھا رہا تھا — دیکھا تو وہ ہدہد آ رہا تھا
تجھکو نہ سنا تو اے ہنرمند — دیتا ہوں تجھے خدا کی سوگند
گر کس سے ملا تو یہ سنا حال — نوچے جائینگے سب پر و بال
پوچھا کہ قسم کیا بلا قید — بالفرض جو قید ہے تو کیا قید
ڈرتے ڈرتے وہ در پہ آیا — لرزاں پیشِ پیمبر آیا
فرمایا سزا سخت دونگا — غفلت کی جزا سخت دونگا
اُس دم کی بھی یاد چاہیے ہے — جب ہونگے سب امر پیشِ حق طے
ہی ملک یمن میں اک سبا شہر — بد شکلِ جہاں خلاصۂ دہر
آباد ہی خوبیوں سے پُر ہے — کانِ الماس و لعل و دُر ہے
تختِ زرین چمک میں ہے برق — بحرِ درِ آبدار میں غرق
ہر پائے نے پایہ سے وہ پایا — تختِ گردوں نے سر جھکایا
اک باغ میں مجھکو ملگیا طیر — ساتھ اُسکے جاکے سبا یمن کی سیر
دیکھا نہ مگر نگار ایسا — شہر ایسا نہ شہریار ایسا
کی عرض آتش پرست ہیں وہ — صہبائے خودی سے مست ہیں وہ
اے لالہ عذار سرو قامت — وے خاتمۂ سبا سلامت
بہتر ہے رخِ کمان دیکھو — نورِ حق ذوالجلال دیکھو
تعجیل میں رحمتِ خدا ہے — تاخیر میں قہرِ کبریا ہے

بلقیس کا کروفر دکھایا — ہر گنبدِ قصرِ زر دکھایا
یاں اُترے جو خیمے شہنشاہ — پانی کی پے وضو ہوئی چاہ
اُس کس سے کہا تجھے خبر ہے — ہدہد ہے کہاں نشاں کدھر ہے
فرمایا عقاب سے یہ اکبار — لا اُسے پنجے میں گرفتار
کھینچونگا میں اُسکے جسم کی کھال — ذبح ہوگا مثالِ خس پر و بال
اُٹھا گرد و غبار کی طرح — گردوں پہ چڑھا بخار کی طرح
جھپٹا جو وہ مرغِ تیز پرواز — ہدہد نے لرز کے دی یہ آواز
یہ سنکے عقاب نے دی طرح — ہدہد اُڑا مرغِ ہوش کی طرح
حضرت کا یہ قسمیہ ہی ارشاد — ہدہد کو کروں کا خانہ برباد
بولا کہ جو ہوگا عذر معقول — خدام نبی کرینگے مقبول
گردن کو جو خم کیا ادب سے — حضرت نے نگاہ کی غضب سے
کی عرض کہ روسیاہ ہوں میں — شرمندہ ہوں عذر خواہ ہوں میں
حضرت نے معاف کی جو تقصیر — چہکا ہدہد کا مرغِ تقریر
فردوس کہوں کہ باغِ رضوان — ہمپایۂ عرش ہے ہر ایوان
بلقیس وہاں کی حکمراں ہے — رشکِ مہ و مہرِ آسماں ہے
یاقوت و عقیق و زر کے پائے — لعلِ یمن گہر کے پائے
اسی گز طول عرض چالیس — مشہور ہے ارتفاع میں تیس
گو میں نے بہت حسین ہیں دیکھے — آفاق کی مہ جبیں ہیں دیکھے
پوچھا کہ وہ کسکو مانتی ہے — برحق کیا حق کو جانتی ہے
یہ سنکے لکھا نبی نے نامہ — مضمون کیا یہ زیبِ خامہ
ہم سارے جہان کے بادشاہ ہیں — پیغمبرِ ذاتِ کبریا ہیں
دیکھو نیرنگِ باغِ ہستی — سیکھو آئینِ حق پرستی
ہدہد خط لیکے چابکانہ — مانندِ صبا ہوا روانہ

بلقیس نے خط لیا بصد ذوق
کھولا اسے مثل دیدۂ شوق

حیرت ہوئی خط کا جب کھلا راز
بلوائے مشیر و کارپرداز

پوچھا کہ صلاح وقت کیا ہے
کیونکر ہو گا یہ مرحلہ طے

بولے وہ کہ جاں نثار ہیں ہم
ہر دم خدمتگزار ہیں ہم

ہو حکم دغا تو سر ہے موجود
جان و تن و مال ہے موجود

فرمایا ضرر نفاق میں ہے
ہے لطف تو اتفاق میں ہے

مشکل جو سوال کی تھی تعمیل
تحفے بھجوائے حسب تفصیل

عنبر مشک اور عمدہ چیزیں
سو مرد غلام سو کنیزیں

ظاہر میں نہ فرق مرد و زن تھا
مردانہ لباس زیب تن تھا

اک تاج نرالی جس کی سج دھج
بیدھا ہوا ایک مہرۂ کج

دو سفتہ دُر ایک درج میں تھے
گویا کہ ستارے برج میں تھے

کچھ اینٹیں طلائی نقرئی تھیں
سانچے کی ڈھلی ہوئی نئی تھیں

منذر نام ایک تھا جو سردار
حکم اسکو دیا کہ اے خبردار

ہونا نہ کسیطرح سے خائف
دینا دربار میں مخالف

دانا سے امتحان لینا
سنتے ہیں کہ نبی یہ جان لینا

گر یہ جو وہ نبی تو جانیو شاہ
ہیں ورنہ پیمبر حق آگاہ

سمجھیں جو تفاوت زن و مرد
در سفتہ کریں تو ہیں نبی فرد

تاگے کو جو مہرہ میں دیویں
گویا وہ غبار شک کو دھو دیں

منذر ہوا اسطرف روانہ
اب سنیے کہاں کا بھی فسانہ

جبریل نے شاہ بحر و بر سے
کر دی تھی خبر یہ پیشتر سے

فرمایا بچھا دو یک بیک فرش
سونے کا ہو سات کوس تک فرش

خشت زر و سیم جوڑ دینا
تھوڑی سی جگہ کو چھوڑ دینا

تعمیل ہوا جو حکم یک لخت
حضرت ہوئے آ کے زیب تخت

استادہ پرند اطراف تھے
موجود درند صف بصف تھے

دہنی جانب تھے آدمی زاد
بائیں رخ تھے جن و پریزاد

آیا جب فرش تک جو منذر
کہنے لگا دل میں ہو کے ششدر

لایا ہوں میں کل ہزار اینٹیں
یاں فرش میں ہیں ہزار اینٹیں

ایسا نہ ہو مفت صید غم ہوں
چوری کی خطا میں متہم ہوں

آئی نظر اک جگہ جو خالی
ایک ایک وہ خشت اٹھا کے ڈالی

آیا سوئے بزم وہ صفا کیش
تحفے کئے پیش بادشہ پیش

حضرت اسے سمجھے لاوبالی
ڈالی پہ نگاہ تک نہ ڈالی

دیکھ کے سمجھی جو رمز مطلب
بیدھے دُر صاف مثل مثقب

اک کرم نے منہ میں لیکے تار
مہرے میں پرویا پھر کے یکبار

سوزن وہ پئے عمل بنا کرم
گویا بخیئے کی کل بنا کرم

پھر شاہ نے جدا کئے زن و مرد
قاصد سے کہا کہ اے جہانگرد

واپس یہ تحفے جا کے کہنا
تو آج سے ہوشیار رہنا

بھجواتے ہیں ہم سپاہ خونریز
برساتے ہیں ابر خنجر تیز

پھر آیا جو قاصد نکو فال
بلقیس سے اس نے کہا حال

سمجھیں کہ نبی ضرور ہیں وہ
شمع وحدت کا نور ہیں وہ

خلاق جہاں پہ لائیں ایمان
کی بت شکنی ہوئیں مسلمان

خیل خدم اور کروفر سے
شاہانہ چلیں وہ پھر گھر سے

آمد آمد کا جب مچا غل
شاداں ہوئے شام میں جزو کل

محنات نبی کو تھا مگر شک
چشموں کو بنایا چشمۂ اشک

خلوت میں نبی سے یہ کہا
بلقیس کی پنڈلیوں میں ہیں بال

بالوں کی عوض میں حلقۂ سم
غائب ہیں حواس عقل سے گم

بالوں کا نبی نے جب سنا حال
آئینۂ دل میں پڑ گیا بال

وہ صبح جبینِ عالم افروز
آ پہنچیں قریبِ شام جس روز

فرمایا نبی نے ہاں کوئی جائے
تخت اسکا بجنسہ اٹھا لائے

اک دیو اڑا ہوا پر آیا
تختِ بلقیس اٹھا کے لایا

سلطان کے حکم سے تبجیل
کردیگئی اسکی شکل تبدیل

الماس لگائے زر کے بدلے
یاقوت جڑے گہر کے بدلے

شکل اصلی میں فرق ڈالا
پردے گئے جمع زیر و بالا

دکھلائی یہ شے نے عقلمندی
کی آئینوں سے تختہ بندی

ایوان کے صحن میں مصفا
بچھوا دیا فرش آئینے کا

اک طرف طلسم بھی عیاں تھا
پانی تہِ آئینہ رواں تھا

غواص تھی اسمیں ماہی آب
مرغابی بط نہنگ سرخاب

آئین جو وہ چشمہ جوانی
سمجھیں کہ بھرا ہوا ہے پانی

اندازے سے پائنچے اٹھا کر
رکھا قدم اپنا مسکرا کر

حضرت تھے قریب فرش سے دور
پنڈلی نظر آئی بقعہ نور

پر بال تھے ساق پا میں موجود
اخگر سے عیاں ہو جسطرح دود

مہتاب میں تھا کلف ہویدا
جوہر آئینے میں تھے پیدا

حضرت نے کمال اہلِ اخلاق
ہنسکر بولے چھپائیے ساق

یاں خشک زمین ہر آئینہ ہے
پانی نہیں فرشِ آئینہ ہے

تو رنگ کی طرح کیا اشارا
پوچھا کہ یہ تخت ہے تمہارا

ازبس دانا تھی وہ جوان بخت
بولی گویا کہ ہے مرا تخت

ہرگز نہ کیا یہ آشکارا
ہاں تخت ہے بالیقیں ہمارا

حضرت ہوئے شاد اس سخن سے
خنداں تھی لبِ شکرشکن سے

پابندِ حیا تھے دم نہ مارا
ہمشیر کے قصر میں اوتارا

گذرے چالیس دن جو یکسر
خواہر نے کہا کہ اے برادر

بلقیس کمال پارسا ہے
دانا ہے مجسم حیا ہے

یہ قابلِ عقد ہے زنِ نیک
عفت میں و فہمش میں ایک

پھر شرع کے حکم سے کیا بیاہ
باہم ہوئے دونوں نیّر و ماہ

رہنے لگے مثل شکر و شیر
ہم خلوت و ہمدم و بغلگیر

ہوتی تھی بسر خوشی میں اوقات
دن عید شبِ برات تھی رات

جسطرح سے ہو وہ شاد یا رب
کر ہمکو بھی بامراد یا رب

معشوقہ عیش لب بلب ہو
آغوش میں شاہدِ طرب ہو

فقط

قیمت [illegible]	رسالہ اردوئے معلی	کاغذ ولایتی سفید لکھائی چھپائی لیتھو حجم ۴۸ صفحے ماہوار تقطیع ۲۲×۲۰/۸

یعنی صحیح و فصیح اردو کا مشہور اور قابل دید رسالہ جو اڈیٹر کے قید سے رہا ہونے پر اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء سے از سر نو جاری ہوا ہے [illegible] اور [illegible] درخواست خریداری بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے اڈیٹر اردوئے معلی علی گڑھ (نوٹ) اردوئے معلی کے ساتھ [illegible] ضمیمہ [illegible] اساتذہ قدیم و جدید کے دواوین میں سے ایک کا انتخاب شائع ہوتا ہے۔ رسالہ کی قیمت مع دواوین کا سالانہ [illegible] علاوہ بریں [illegible] دیگر ہر شخص اردوئے معلی یا اردوئے معلی مع ضمیمہ کا دوامی خریدار بن سکتا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	کیفیت
۱	دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی تقطیع ۲۰×۲۶/۸ حجم ۲۰۰ صفحے مجلد طبع ثالث	عہ	مع مقدمہ و ضمیمہ جس میں غالب کے سوانح زندگی اور ان کی شاعری پر مفصل تنقید موجود ہے
۲	انتخاب اردوئے معلی یعنی اردوئے معلی کی گزشتہ پانچ سال کی دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا انتخاب مجلد	عہ	اس انتخاب کی نسبت دعوے کیا جا سکتا ہے کہ ایسا دلچسپ مجموعہ کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔
۳	دیوان مصحفی مرتبہ حسرت موہانی	۸	یہ نایاب دیوان ہمارے دفتر کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتا
۴	دیوان میر سوز استاد مشہور	[illegible]	مع مقدمہ از حسرت موہانی یہ دیوان بھی اور کہیں نہیں مل سکتا۔
۵	دیوان حسرت۔ استاد جرات	[illegible]	" " " "
۶	دیوان قائم چاندپوری استاد مشہور	[illegible]	یہ سودا کے شاگرد کا دیوان ہے جو اور کہیں نہیں مل سکتا
۷	دیوان [illegible] استاد مشہور شاگرد سودا	۸	مع مقدمہ و ضمیمہ غزلیات فارسی از حسرت موہانی [illegible]
۸	[illegible]	۸	[illegible] حالات حضرت [illegible]
۹	اردوئے معلی جلد پنجم (ششماہی [illegible] سالانہ) بابت جولائی اگست ستمبر اکتوبر نومبر دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء تقطیع ۲۰×۲۶/۸	عہ	کاغذ ولایتی [illegible] اول [illegible] زیادہ [illegible] میں گلزار نسیم پر حسرت [illegible]
۱۰	اردوئے معلی جلد ششم و ہفتم (قسم دوم قیمتی [illegible] سالانہ) بابت سنہ ۱۹۰۸ء تقطیع ۲۰×۲۶/۸ کاغذ ولایتی سفید	عاہ	اگست سنہ [illegible] کا پرچہ نہیں ہے باقی جنوری سے دسمبر تک کل پرچے موجود ہیں [illegible] سے زیادہ ہے۔
۱۱	اردوئے معلی جلد [illegible] قسم سوم قیمتی [illegible] سالانہ [illegible] تقطیع [illegible]	[illegible]	[illegible] اور اگست سنہ [illegible] کی سوا باقی کل پرچے موجود ہیں ان [illegible] صفحوں کے قریب
۱۲	اردوئے معلی جلد [illegible] اپریل سنہ ۱۹۰۸ء	[illegible]	[illegible] مقدمہ [illegible] سبب [illegible] اکتوبر [illegible]
۱۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]